تب تعاونی برائے دعوت وارشاد سلی - ریاض

السلي

خطروں سے آگاہی

تالیف
عبدالہادی بن حسن وہبی

ف: ۲۳۱۰۷۱۵-۲۳۱۴۴۸۸/۰۱ فیکس: ۰۱/۲۳۱۱۷۳۳

www.islamnewlife.com

خطروں سے آگاہی

تالیف

عبدالہادی بن حسن وہبی

ترجمہ

عبدالکریم عبدالسلام المدنی

مراجعہ

زبیر احمد اسداللہ

فاضل جامعہ ملک سعود ریاض

نظرثانی

عبدالحکیم عبدالسلام المدنی

طبع ونشر:

مکتب تعاونی برائے دعوت وارشاد سُلی - ریاض

✆: ۲۴۱۰۶۱۵-۲۴۱۴۴۸۸/۰۱فیکس: ۲۴۱۱۷۳۳/۰۱

ح المكتب التعاوني للدعوة والاشاد بالسلي ، ١٤٣٢هـ

فهرسة مكتبة الملك فهد الوطنية أثناء النشر

وهبي ، عبد الهادي بن حسن
تحذرر السالك من المهلك. / عبد الهادي بن حسن وهبي ،
عبد الكررم عبد السلام المدني ، - الرراض ، ١٤٣٢هـ
..ص ؛ .. سم
ردمك : ٩٧٨-٦٠٣-٨٠٤٨-٣٢-٠٠
(الكتاب باللغة الأردرة)

١- الوعظ والارشاد ا. المدني، عبد الكررم عبد السلام (مؤلف)
ب. العنوان

دروي ٢١٣ ١٤٣٢/٨٢٧٣

رقم الإيداع: ١٤٣٢/٨٢٧٣
ردمك: ٩٧٨-٦٠٣-٨٠٤٨-٣٢-٠٠

بسم الله

الرحمن الرحيم

مقدمہ

ہر قسم کی حمد و ستائش اللہ تعالی کے لئے ہے،ہم اسی کی تعریف بیان کرتے ہیں،اسی سے مدد طلب کرتے ہیں اوراسی سے مغفرت کے طالب ہیں اور ہم اپنے نفسوں اور اعمال کی برائیوں سے اللہ کی پناہ طلب کرتے ہیں، جسے اللہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کرسکتا اور جسے گمراہ کرے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا ، میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالی کے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں ، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

حمدوصلاۃ کے بعد: یقیناً سب سے عمدہ اور بہتر کلام اللہ کا کلام ہے اور سب سے بہتر رہنمائی محمد ﷺ کی رہنمائی ہے ، اور بدترین امور(دین میں) نئی ایجاد کردہ

چیزیں ہیں اور (دین میں) ہر ایجاد کردہ چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لے جانے والی ہے۔

نبی مکرم ﷺ پر اللہ تعالی کی رحمتیں اور سلامتی نازل ہو، آپ نے واضح طور پر تبلیغ کے فریضہ کو انجام دیا، جنت سے قریب کرنے والی اور دوزخ سے دور کرنے والی ہر چیز کے متعلق ہمیں خبردار کیا جیسا کہ خود نبی مکرم ﷺ کا فرمان ہے:

" إِنَّهُ لَمْ يَكُنْ نَبِيٌّ قَبْلِي إِلَّا كَانَ حَقًّا عَلَيْهِ أَنْ يَدُلَّ أُمَّتَهُ عَلَى خَيْرِ مَا يَعْلَمُهُ لَهُمْ وَيُنْذِرَهُمْ شَرَّ مَا يَعْلَمُهُ لَهُمْ "

(مجھ سے پہلے کوئی ایسا نبی نہیں آیا مگر اس پر یہ واجب تھا کہ وہ جو بھی خیر کی چیز ان کے لئے جانتا ہے اس کی طرف اپنی امت کی رہنمائی کرے اور جو کچھ برائی کی چیز ان کے لئے جانتا ہے اس سے انہیں ڈرائے)

[صحیح مسلم(۱۸۴۴)].

اور نبی مکرم ﷺ نے دنیا وآخرت دونوں میں ہلاک کرنے والی چیزوں سے ہمیں ڈرایا ہے ، ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم ان چیزوں کو جانیں سمجھیں اور ان سے بچنے کی کوشش کریں تاکہ دنیا وآخرت کے عذاب سے نجات پاسکیں۔

☆☆☆☆☆

دنیاوی امور میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرنا

" عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ مَرَّالنَّبِيُّ ﷺ بِدِمْنَةِ قَوْمٍ فِيهَاسَخْلَةٌ مَيِّتَةٌ فَقَالَ مَا لِأَهْلِهَا فِيهَا حَاجَةٌ؟ قَالُوايَارَسُوْلَ اللّٰهِ!لَوْ كَانَ لِأَهْلِهَا فِيهَا حَاجَةٌ مَا نَبَذُوهَا، فَقَالَ وَاللّٰهِ لَلدُّنْيَا أَهْوَنُ عَلَى اللّٰهِ مِنْ هٰذِهِ السَّخْلَةِ عَلَى أَهْلِهَا، فَلَا أُلْفِيَنَّهَا أَهْلَكَتْ أَحَدًا مِّنْكُمْ "

(حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ، کہتے ہیں:نبی کریم ﷺ کا گزر ایک قوم کی کوڑی دان پر ہوا جس میں مرا ہوا بکری کا بچہ پڑا تھا ،آپ نے پوچھا کیا بکری والے کو اس کی ضرورت نہیں رہی ؟ لوگوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! ﷺ اگر انہیں اس کی حاجت ہوتی تو اسے (کوڑے دان میں) نہ پھینکتے، آپ ﷺ فرمایا: جس طرح سے بکری والوں کی

نگاہ میں یہ بکری حقیر ہے ،اس سے کہیں زیادہ اللہ عزوجل کی نگاہ میں دنیا حقیر ہے ، لہذا میں تم میں سے کسی کو نہ پاؤں کہ دنیا اسے ہلاک کردے)

[البزار(۳٦۹۰) اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے الصحیحہ (۳۳۹۲) میں اسے صحیح قرار دیا ہے]۔

نبی مکرم ﷺ نے مردار بکری کے بچے کی تمثیل پر اکتفا نہ کیا ،بلکہ اللہ تعالی کی نگاہ میں دنیا کو اس بکری کے بچے سے بھی حقیرگردانا اور سچی قسم کے ذریعہ اس کی تاکید فرمائی، اور جب دنیا جیسی چیز اللہ تعالی کی نگاہ میں مردار بکری کے بچے سے کہیں زیادہ حقیروذلیل ہے ، تو دنیا سے عشق ومحبت کرنے والا اللہ تعالی کی نگاہ میں اس بکری کے بچے سے زیادہ حقیر ہوگا۔

اور بکری کا مردار بچہ بکری کے بالمقابل زیادہ حقیر ہے ،کیونکہ بسا اوقات بکری والے بکری کے اون

سے فائدہ حاصل کرتے ہیں اور اس کے چمڑے کو دباغت دیتے ہیں لیکن بکری کا چھوٹا بچہ تو حد درجہ حقیر ہے کیونکہ نہ تو اس کے اون سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے اور نہ ہی کوئی اسے دباغت دے گا۔

اور نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں تمہارے اوپر فقر کا خوف نہیں کرتا ،کیونکہ عام طور پر فقیر غنی کے بالمقابل حق سے زیادہ قریب ہوتا ہے۔

رسولوں کی طرف نگاہ دوڑایئے، انہیں جھٹلانے والے کون تھے ؟ انہیں جھٹلانے والے عام طور پر روساء ، اغنیاء اور بدمعاش لوگ تھے اور ان کی اتباع کرنے والے اکثر فقراء تھے، یہاں تک کہ نبی مکرم ﷺ کی اتباع کرنے والے بھی عام طور پر فقراء ہی تھے۔

تو فقر سے ڈرنے کی بات نہیں ہے ، بلکہ ڈر اس بات کا ہے کہ ہمارے اوپر دنیا کشادہ کردی جائے گی

، جیسا کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا:

"وَلٰکِنِّی أَخْشَی أَنْ تُبْسَطَ عَلَیْکُمُ الدُّنْیَا کَمَا بُسِطَتْ عَلَی مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ فَتَنَافَسُوْهَا کَمَا تَنَافَسُوْهَا وَتُهْلِکَکُمْ کَمَا أَهْلَکَتْهُمْ"

لیکن مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ کہیں تمہارے اوپر دنیا کشادہ نہ کر دی جائے، جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر کشادہ کی گئی تھی، توتم اس کے حصول میں ایک دوسرے سے سبقت کرنے لگو، جس طرح انہوں نے ایک دوسرے سے سبقت کی اور تمہیں بھی ہلاک کردے ، جس طرح ان لوگوں کو ہلاک کیا۔[صحیح بخاری(۴۰۱۵) صحیح مسلم(۲۹۶۱)]۔

حدیث میں مذکور لفظ: " تُبْسَط " کے معنی کشادہ کر دئے جانے کے ہیں۔

اور حدیث میں مذکور لفظ: " فَتَنَافَسُوْهَا " یہ

"اَلْمُنَافَسَةُ" سے ہے، اس کے معنی ہیں: کسی چیز کی چاہت کرنا، صرف اسی سے محبت کرنا اور اس پر غلبہ پالینا۔

اور حدیث میں مذکور لفظ "وَتُهْلِكَكُمْ" کا مطلب یہ ہے کہ وہ تمہاری ہلاکت کا سبب بنے گی، جس طرح سے پچھلے لوگوں کی ہلاکت کا سبب دنیا سے محبت اور اس کی حرص وطمع تھی۔

اور رسول اللہ ﷺ نے سچ فرمایا کہ جس نے آج لوگوں کو ہلاکت کے دہانے میں ڈھکیلا ہے وہ دنیا کی شدید چاہت، دنیا کے خزانوں کو اکٹھا کرنا اور ترجیح نفس ہے، کیونکہ یہ چیزیں کینہ، کپٹ اور حسد جیسی بیماری پیدا کرتی ہیں اور پھر دشمنی ہوتی ہے، پھر اظہار اور قطع تعلق کی نوبت آجاتی ہے اور اس میں امت کی ہلاکت پنہاں ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں، آپ نے فرمایا:

" إِذَا فُتِحَتْ عَلَيْكُمْ فَارِسُ وَالرُّوْمُ أَيَّ قَوْمٍ أَنْتُمْ؟ قَالَ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ نَقُوْلُ كَمَا أَمَرَنَا اللّٰهُ ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَوَ غَيْرَ ذٰلِكَ؟ تَتَنَافَسُوْنَ، ثُمَّ تَتَحَاسَدُوْنَ، ثُمَّ تَتَدَابَرُوْنَ، ثُمَّ تَتَبَاغَضُوْنَ أَوْ نَحْوَ ذٰلِكَ ثُمَّ تَنْطَلِقُوْنَ فِيْ مَسَاكِيْنِ الْمُهَاجِرِيْنَ فَتَجْعَلُوْنَ بَعْضَهُمْ عَلَى رِقَابِ بَعْضٍ"

جب روم وفارس فتح ہوجائیں گے تو تم کونسی قوم بنوگے ؟ عبدالرحمٰن بن عوف نے کہا: ہم وہی کہیں گے جس کا اللہ تعالی نے ہمیں حکم دیا ہے۔ (یعنی ہم اس کی حمد بیان کریں گے، شکر گزاری کریں گے اور اس کے مزید فضل کے طلبگار ہوں گے) تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یا اس کے علاوہ کوئی بات ہے؟ تم ایک دوسرے سے سبقت کرنے کی کوشش کروگے، پھر حسد

کروگے، پھر قطع تعلق کروگے ،پھر تم ایک دوسرے سے نفرت کروگے ، یا اس جیسی بات کہی ، پھر تم مسکین مہاجرین میں چلوگے پس تم ان کے بعض کو بعض کی گردنوں پر مسلط کر دوگے۔[صحیح مسلم(۲۹۶۲)].

اے مسلمان (بھائی) ! دیکھو تو صحیح دنیا وی امور میں ایک دوسرے سے سبقت کی کوشش انسان کو کہاں سے کہاں پہنچا دیتی ہے؟ جی ہاں اسے سب سے نچلے طبقے میں گرا دیتی ہے، اس کی کرامت کو خاک میں ملادیتی ہے اور اس کے دین کو مونڈ دیتی ہے، جیسا کہ نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

" دَبَّ إِلَيْكُمْ دَاءُ الْأُمَمِ قَبْلَكُمْ : الْحَسَدُ وَالْبَغْضَاءُ ، هِيَ الْحَالِقَةُ، لَا أَقُولُ: تَحْلِقُ الشَّعْرَ وَلٰكِنْ تَحْلِقُ الدِّيْنَ "

تم سے پہلے امتوں میں پائی جانے والی بیماری حسداور بغض تمہارے اندر بھی آگئی ہے، یہ مونڈدیتی

ہے، میں نہیں کہتا کہ یہ بال مونڈ دیتی ہے،لیکن یہ دین کو مونڈ دیتی ہے۔

" اَلْحَالِقَة " مونڈنے والی چیز کو کہتے ہیں ،یعنی دنیا وی امور میں ایک دوسرے سے سبقت کی کوشش ہلاک کردے گی اور دین کو اس طرح سے جڑ سے زائل کردے گی جس طرح سے اُسترا بال کو جڑ سے زائل کردیتا ہے۔

پس جو شخص دنیا کے لئے جھکتا ہے اور دینا اور دنیاداروں کے لئے اپنے آپ کو ذلیل کرتا ہے، اس کی سوچ صرف دنیا تک محدود ہے اور وہ صرف دنیا کے لئے کوشش کرتا ہے، اس کا بیٹھنا اور کھڑا ہونا صرف اسی کے لئے ہے ، تو یقیناً ایسا شخص خسارہ اور ہلاکت میں ہے، یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

" إِنَّ هٰذِهِ الدِّيْنَارَ وَالدِّرْهَمَ أَهْلَكَا مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ وَلَا

أَرَاهُمَا إِلَّا مُهْلِكَاكُمْ "

بیشک اس دینار ودرہم نے تم سے پہلے بہتیروں کو ہلاک کیا ہے اور میرا خیال ہے کہ یہ تمہیں بھی ہلاک کردیں گے۔[الطبرانی(١٠٠٦٩) اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے الصحیحہ (١٧٠٣) میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔].

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ، کہتے ہیں: میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک مدنی شخص کے باغ میں چل رہا تھا ، آپ ﷺ نے فرمایا:

" يَا أَبَا هُرَيْرَةَ هَلَكَ الْمُكْثِرُونَ إِلَّا مَنْ قَالَ هٰكَذَا وَهٰكَذَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ حَثَى بِكَفِّهِ عَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ يَسَارِهِ وَبَيْنَ يَدَيْهِ وَقَلِيلٌ مَّا هُمْ "

اے ابوہریرہ ! مالدار حضرات ہلاک ہوگئے سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے اس طرح خرچ کیا اور اس طرح خرچ کیا، تین مرتبہ آپ نے فرمایا ، اس نے اپنی

ہتھیلی سے دائیں جانب والوں اور بائیں جانب والوں کو نیز سامنے والوں کو دیا اور ایسے لوگ کمیاب ہیں۔[مسند احمد بن حنبل(۲/۳۰۹) اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے الصحیحہ (۴/۳۶۶) میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔].

نبی مکرم ﷺ کا یہ کہنا: (هَلَكَ الْمُكْثِرُوْنَ) اس سے مراد وہ مالدارحضرات ہیں جن کا مال ان کی ضرورت سے زائد ہواور وہ اسے اللہ کے راستے میں خرچ نہ کرتے ہوں ، تو یہ سب ہلاک ہونے والوں میں سے ہیں، ہاں وہ شخص جو مالدار ہے اور وہ خیر کی راہ میں خرچ کرتا ہے، فقیروں کو دیتا ہے ،مسجد کی تعمیر کے لئے خاص کرتا ہے اور اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے والوں کے اوپر خرچ کرتا ہے وغیرہ ، اور نبی مکرم ﷺ کے قول: ” هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَ“ سے اسی کی طرف اشارہ ہے، یعنی وہ شخص اپنا مال متعدد خیر کی چیزوں میں

خرچ کرتا ہے، تو ایسے لوگ اللہ تعالی کے یہاں کامیاب اور ماجور ہیں لیکن ایسے حضرات کمیاب ہیں۔

یقیناً یہ عمدہ تربیت اور درست توجیہ ہے ،جس کی طرف نبی مکرم ﷺ نے اپنے اصحاب کی رہنمائی فرمائی ہے اور آپ ﷺ نے انہیں اپنی میٹھی باتوں سے ایسے عمدہ ، بلند اور عظیم معنی کی طرف متوجہ کیا ہے جسے بھلا دینا یا اس سے غافل ہوجانا کسی بھی طرح مناسب نہیں ہے، یعنی یہ دنیوی زندگی اور جو کچھ اس میں سجاوٹ ،سازوسامان یا زیب وزینت اور آرائش کی چیزیں ہیں اس کے حصول کے لئے تگ ودوکرنا اور دردر کی ٹھوکریں کھانا مناسب نہیں ہے، بلکہ اسے اپنی ضرورت کے بقدر اس میں سے لینا چاہیئے اور اس چیز کا خاص اہتمام کرنا چاہیئے جو اس کے اخروی سعادت کا باعث ہو۔

انسان چاہے جتنا مال وثروت اکھٹا کرلے وہ مزید کا خواہشمند رہے گا ،یقیناً رسول کریم ﷺ کا فرمان سچ ہے، آپ نے فرمایا:

" لَوْ کَانَ لِابْنِ آدَمَ وَادِیَانِ مِن مَّالٍ لَاَبْتَغیٰ ثَالِثًا وَّلَا یَمْلَأُ جَوْفَ ابْنِ آدَمَ إِلَّا التُّرَابُ وَیَتُوْبُ اللّٰہُ عَلَی مَنْ تَابَ"

اگر ابن آدم کے پاس مال کی دو وادیاں ہوں تو وہ تیسرے کی تلاش میں لگ جائے گا اور انسان کا پیٹ مٹی کے سوا کوئی چیز نہیں بھر سکتی اور اللہ تعالی اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے جو اللہ تعالی کی طرف رجوع کرتا ہے۔[صحیح بخاری(۶۴۳۶) صحیح مسلم(۱۰۴۹)، حدیث کے الفاظ بخاری کے ہیں]۔

یقیناً نبی مکرم ﷺ کی توجیہ کتنی عمدہ اور پایہ دار ہے، جس میں میں (بے شمار) حکمتیں اور نصیحتیں پنہاں ہیں۔

اس دنیا نے کتنوں کو دھوکہ دیا اور کتنے لوگ فتنے میں مبتلا ہوئے، وہ دنیا سے دھوکہ کھابیٹھے اور دنیوی چیزوں کے فتنے میں مبتلا ہوگئے، دنیا نے انہیں ہلاکت کے دہانے پر لا کھڑا کردیا اور انہیں حسرت وندامت کا پیالہ پلایا ، وہ اس دنیا سے بہت کم حاصل کرسکے ، سوائے چند حقیر چیزوں کے وہ کچھ نہ چن سکے، یہ دنیا دھوکے کا گھر ہے ،اس سے صرف جاہل ہی دھوکہ کھاتے ہیں اورغافل قسم کے لوگ ہی اس پر بھروسہ رکھتے ہیں۔

عقلمند کا یہ کام نہیں ہے کہ وہ عمدہ اور نفیس چیز کے بالمقابل معمولی اور حقیر چیز میں اپنے آپ کو مشغول رکھے، جو کچھ اس دنیا میں پائی جانے والی چیزیں ہیں ، خواہ وہ سازوسامان ہوں یا شہوات کے قبیل سے ہوں، ابھارنے اور فتنے میں ڈالنے والی چیزیں ہوں یا زیب وزینت کے قبیل سے ہوں ، یہ سب انسان کی

سعادت کی راہ نہیں ہیں، کیونکہ انسان کی حقیقی سعادت نہ تو مال ودولت ، بلڈنگوں اور محلوں میں ہے اور نہ ہی سونے اور چاندی میں اور نہ ہی عمدہ لباس اور دیگرسازوسامان میں ہے ،بلکہ حقیقی سعادت اللہ کے تقوی اور نفس کی بے نیازی میں پوشیدہ ہے، اور کہنے والے نے کیا اچھی بات کہی ہے:

وَلَسْتُ أَرَى السَّعَادَةَ جَمْعَ مَالٍ
وَلَكِنَّ التَّقِيَّ هُوَالسَّعِيْدُ
وَعِنْدَاللّٰهِ لِلْأَتْقَى الْمَزِيْدُ

میں مال کی ذخیرہ اندوزی کو سعادت نہیں سمجھتا۔
لیکن متقی اور پرہیزگار شخص ہی نیک بخت ہے۔
اور ذخیرہ اندوزی کے اعتبار سے اللہ عزوجل کا تقوی ہی بہترین توشہ ہے ۔
اورمتقی شخص کے لئے اللہ تعالی کے پاس

مزید(انعامات) ہیں۔

تو اے میرے بھائی! متنبہ رہ، تجھے دنیاوی زندگی دھوکہ میں نہ رکھے، اور نہ دھوکے باز شیطان تمہیں غفلت میں ڈالے۔

اگر اللہ تعالی تمہیں کشادہ روزی عطا کرے اور تم اس کا شکر ادا کرو تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اور اگر وہ تمہارے اوپر روزی تنگ کردے اور تم صبر کرو تواس میں تمہارے لئے خیر ہے۔ ہاں اگر تم نے دنیا کے حصول کو اپنا اہم مقصد اور اپنے علم کی انتہا بنالی تودنیا اور آخرت دونوں میں خسارہ ہوگا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں میں نے تمہارے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: "مَنْ جَعَلَ الْهُمُومَ هَمًّا وَاحِدًا هَمَّ آخِرَتِهِ كَفَاهُ اللّٰهُ هَمَّ دُنْيَاهُ وَمَنْ تَشَعَّبَتْ بِهِ الْهُمُومَ فِي أَحْوَالِ الدُّنْيَا لَمْ

يُبَالِ اللّٰهُ فِي أَيِّ أَوْدِيَتِهَا هَلَكَ "

جس نے سارے غموں کو ایک غم بنالیا، یعنی صرف آخرت کا غم تو اللہ تعالی اس کے دنیاوی غم سے کفایت کرے گا اور جس نے دنیاوی احوال میں غموں کو تقسیم کردیا تو اللہ تعالی کو کوئی پرواہ نہیں کہ وہ کونسی وادی میں ہلاک ہوگا۔[سنن ابن ماجہ(۲۵۷) اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح سنن ابن ماجہ(۲۰۹) میں اسے حسن قرار دیا ہے۔].

☆☆☆☆☆

تین ہلاک کردینے والی خصلتیں

نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اَلْمُهْلِكَاتُ ثَلَاثٌ: إِعْجَابُ الْمَرْءِ بِنَفْسِهِ، وَشُحٌّ مُطَاعٌ وَهَوًى مُتَّبَعٌ"

ہلاک کردینے والی چیزیں تین ہیں: خود پسندی، اورایسی لالچ جس کی پیروی کی جائے اور ایسی خواہش جس کی اتباع ہو۔[البزار(۸۲) اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کے جملہ طرق کے پیش نظر الصحیحہ (۱۸۰۲) میں اسے حسن قرار دیا ہے۔

کیا ہی جامع اور عمدہ کلام ہے ، جو ہلاک کرنے والی جگہوں سے ہمیں متنبہ کر رہا ہے ، تین ہلاک کرنے والی چیزوں میں پہلی چیز خود پسندی ہے، اور یہ ہلاک کرنے والی چیزوں میں سب سے عظیم ہے اور انتہائی قبیح امور میں سے ہے ، کیونکہ خود پسندی ، تکبر ، اتراہٹ اور غرور کا دروازہ ہے، نیز فخر وگھمنڈ اور مخلوق

کو کمتر اور حقیر سمجھنے کا وسیلہ ہے، جو ایک عظیم ترین برائی ہے، یہی وجہ ہے کہ حدیث شریف میں یوں آیا ہے کہ: جب آدمی یہ کہے کہ لوگ ہلاک ہوگئے تو گویا اس نے انہیں ہلاک کردیا۔[صحیح مسلم(۲۶۲۳)]۔

اس کا مفہوم یہ ہے کہ اس طرح کہنے والا ہی لوگوں میں سب سے زیادہ ہلاکت کا مستحق ہے اور یہ حدیث اس شخص پر محمول ہوگی جواپنے نفس اور اپنے عمل پر اترا کر لوگوں کو حقیر وذلیل سمجھتے ہوئے مذکورہ جملہ کہے تو یقیناً وہ شخص لوگوں کی بنسبت ہلاکت کا زیادہ مستحق ہے، لیکن اگر کوئی شخص مثال اور واقع کے لحاظ سے ایسا کہہ رہا ہے، کیونکہ وہ دینی امور میں لوگوں کی کوتاہی کو دیکھ رہا ہے اور وہ یہ جملہ ان کی غمخواری اور دین کی فکر کرتے ہوئے کہہ رہا ہے تو کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔

رہی بات پیروی کی جانے والی حرص کی تو کسی چیز کی شدید حرص اور اس کی طلب کو پوشیدہ رکھنا اور اس کے حصول میں حد کردینا اور نفس کو اس کا حریص بنادینے کا نام (الشُّحُّ) ہے، اور یہ ایسا لازمی فقر ہے جسے روئے زمین بھر سونا بھی ختم نہیں کرسکتا بلکہ مال کی زیادتی اس حرص کو دوگنا کر دیگی۔

اور بخل حرص کا ثمرہ ہے اور حرص بخل، حقوق کے انکار، نقصان، قطع رحمی اور نافرمانی کی دعوت دیتی ہے، حرص نے اہل حرص کو قطع رحمی کی دعوت دی تو انہوں نے رشتہ ناطہ توڑدیا اور اہل حرص کو واجب اور ضروری حقوق کی ادائیگی کی دعوت دی تو انہوں نے ویسا ہی کیا اور حرص نے لوگوں کو کھوٹ، دھوکہ دھڑی اور سود جیسے قبیح معاملات کی طرف ابھارا تو انہوں نے اسے کیا، اور حرص ہربری خصلت کے اپنانے کی دعوت دیتا

ہے اور ہر اچھی خصلت سے منع کرتا ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اس قول کے ذریعہ خبردار کیا ہے، فرمایا:

" اتَّقُوالشُّحَّ فَإِنَّ الشُّحَّ أَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُم حَمَلَهُمْ عَلَى أَنْ سَفَكُوا دِمَاءَ هُمْ وَاسْتَحَلُّوا مَحَارِمَهُمْ"

حرص وطمع سے بچو،کیونکہ حرص نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کردیا ہے ، انہیں اس بات پر ابھارا ہے کہ وہ لوگوں کے خون بہائیں اور ان کی عورتوں کو حلال سمجھیں۔[صحیح مسلم(۲۵۷۸)]۔

اور یہ مصیبتوں کی کڑیوں میں سے ایک کڑی ہے، توان مکاریوں کے بعد کون سا خیرباقی رہے گا؟ اور اس میں کوئی شک نہیں کی جو قوم اس بری خصلت (حرص) سے متصف ہوجائے گی تو اس کا انجام ہلاکت وبربادی کے سوا کچھ نہیں، یہ اللہ کی سنت اور اس کا

طریقہ ہے اور اللہ کے طریقے میں آپ بدلاؤ نہ پائیں گے، ہمارے نبی ﷺ پر اللہ کی رحمتیں اور سلامتی نازل ہوں آپ نے ہمیں نصیحت کی اور ہمیں اس بربادی سے متنبہ کیا اور ہمیں اس سے بچنے کا اور اس سے جنگ کرنے کا حکم دیا تاکہ ہمارا معاشرہ برباد نہ ہوجائے ، ہمیں اپنی حالت پر افسوس ہے۔

جب حرص وطمع کا انجام بدتر اخلاق اور بدترین خصلت ہے تو اس کے ساتھ خیر وصلاح باقی نہ رہے گا۔

ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُوْلَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾

اور جو شخص اپنے نفس کی حرص سے محفوظ رکھا جائے وہی کامیاب ہے۔[سورۃ التغابن(١٦)].

اللہ تعالی اس بات کی خبر دے رہا ہے کہ جو

شخص اس شدید حرص سے محفوظ رہا جو اسے حرام کے ارتکاب اورانکار حقوق پرابھارتی ہے وہ کامیاب وکامران ہے۔

البتہ پیروی کی جانے والی خواہش: تویہ اسے سب سے نچلی تہ میں پہنچا دیتی ہے اور خواہشات ہی کی بنیاد پر نفوس نقصان اور ہلاک کردینے والی شہوات کا رخ کرتے ہیں ، اورخواہش ذلت کی تین چوتھائی ہے اور جو شخص کسی چیز کی خواہش کرے گا وہ اس میں واقع ہوجائے گا۔

لہذا انسان کو چاہیۓ کہ وہ اپنے نفس اور خواہش کو صبر کے ذریعہ دبائے ، اسی وجہ حدیث میں نبی مکرم ﷺ کا فرمان وارد ہے :

" مَا أُعْطِيَ أَحَدٌ عَطَاءً خَيْرًا وَأَوْسَعَ مِنَ الصَّبْرِ"

کسی شخص کو صبر سے زیادہ وسیع اور اس سے

بہتر ہدیہ دیا ہی نہیں گیا۔[صحیح بخاری(۱۴۶۹) ، مسلم (۱۰۵۳)]۔

تو یہ تین چیزیں : یعنی اتباع کی جانے والی خواہش اور پیروی کی جانے والی لالچ اور خود پسندی جس کے اندر جمع ہوجائیں تو اس کی ہلاکت یقینی ہے، اور جو شخص ان صفات سے متصف ہوگا وہ اللہ کے غضب اور اس کے ذلت والے عذاب کا مستحق قرار پائے گا۔

پس خوش خبری اور بشارت ہے ان لوگوں کے لئے جن کی خواہش اللہ عزوجل کی مرضی کے تابع ہو جائے اور اس شخص کے لئے بھی خوش خبری ہے جس کو اس کے نفس کی حرص سے بچا لیا گیا ، وہ کامیاب لوگوں میں سے ہوگیا ، اور اس شخص کے لئے بھی بشارت ہے جو حقیقی طور پر اپنے نفس کو پہچان کر حق کے لئے جھک جائے اور اس کے بازو مومنوں کے لئے پست

ہوجائیں، اللہ تعالی ہمیں اور آپ کو مکارم اخلاق اور عمدہ کردار سے نواز کر ہمارے اوپر احسان فرمائے اور ہمیں برے اخلاق اور اس کے نقصانات سے ہماری حفاظت فرمائے ، ہم اپنے نفسوں کی برائی اور اعمال کی خرابی سے اللہ عزوجل کی پناہ چاہتے ہیں ۔

☆☆☆☆☆

اختلاف

"عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَجُلاً قَرَأَ آيَةً ، سَمِعْتُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خِلافَهَا فَأَخَذْتُ بِيَدِهِ فَأَتَيْتُ بِهِ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: كِلاكُمَا مُحْسِنٌ لَا تَخْتَلِفُوْا ، فَإِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ اخْتَلَفُوْا ، فَهَلَكُوْا "

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں : میں نے ایک شخص کو (مبہم) آیت پڑھتے ہوئے سنا جس کے خلاف میں نے نبی ﷺ سے سن رکھا تھا، میں نے اس شخص کا ہاتھ پکڑا اور اسے رسول اللہ ﷺ کے پاس لے آیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم دونوں حق بجانب ہو، اختلاف نہ کرو ، کیونکہ تم سے پہلے اختلاف کرنے والے ہلاک ہوگئے۔[صحیح بخاری(۲۴۱۰)].

یقیناً نبی مکرم ﷺ کے اس مختصر کلام میں اختلاف کے متعلق شدید توبیخ ہے۔

اختلاف ہلاکت کے اسباب میں سے ہے، جبکہ ہمارا حال یہ ہے کہ ہماری زندگی اختلاف سے پُر ہے، عقیدے میں اختلاف ،فقہ میں اختلاف، یہاں تک کہ دلوں میں بھی اختلاف ہے۔

دلوں میں اختلاف اس لئے ہے کیونکہ ہم نے نبی مکرم ﷺ کی وصیت کو نافذ نہیں کیا ، آپ کا فرمان ہے:

" لَاتَخْتَلِفُوْا فَتَخْتَلِفُ قُلُوْبُكُمْ "

اختلاف نہ کرو ورنہ تمہارے دلوں میں اختلاف پیدا ہوجائے گا۔[صحیح مسلم(۴۳۲)].

اسی طرح سے صفوں کی عدم درستگی بھی دلوں کے اختلاف کے اسباب میں سے ہے۔

دین کے اصول وفروع میں اختلاف، اعمال واقوال اور اعتقادات میں اختلاف ، یہ نبی مکرم ﷺ کے قول کے مطابق ہے، آپ نے فرمایا تھا:

" تَفْتَرِقُ أُمَّتِي عَلَى ثَلَاثٍ وَّسَبْعِينَ مِلَّةً كُلُّهُمْ فِي النَّارِ إِلَّا مِلَّةً وَّاحِدَةً "

میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی ، اور سوائے ایک فرقے کے سارے فرقے جہنم میں جائیں گے، لوگوں نے دریافت کیا وہ (نجات پانے والا فرقہ) کون ہے اے اللہ کے رسول؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔[سنن ترمذی(۲۶۴۱) اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح سنن ترمذی (۳/۵۴) میں اسے حسن قرار دیا ہے۔].

ایک جماعت تھی جو اب کئی جماعتوں میں بٹ گئی ہے ، صرف ایک دعوت تھی جو مختلف دعوتوں میں

بٹ گئی ہے۔

بیشک اختلاف امت کی ہلاکت کا پیش خیمہ ہے، آیئے اللہ تعالی کا فرمان سنتے ہیں، ارشاد الٰہی ہے:

﴿ وَلَا تَنَازَعُواْ فَتَفْشَلُواْ وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ ﴾

آپس میں اختلاف نہ کرو ورنہ بزدل ہوجاؤگے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔[سورۃ الأنفال(۴۶)].

یہ وہ امتیں ہیں جو ہمارے اوپر اس طرح سے ٹوٹ پڑیں گی جیسے بڑے بڑے پیالے اور برتنوں پر کھانے والے ٹوٹ پڑتے ہیں اور ہمارے درمیان لوگوں کی کمی نہیں ہوگی لیکن اختلاف کی وجہ سے ہم کمزور اور ذلیل ہوں گے۔

اور اسی چیز کے متعلق پیارے رسول ﷺ نے فرمایا:

" يُوشِكُ الْأُمَمُ أَنْ تَدَاعَى عَلَيْكُمْ كَمَا تَدَاعَى الْأَكَلَةُ

إِلَى قَصْعَتِهَا فَقَالَ قَائِلٌ وَمِنْ قِلَّةٍ نَحْنُ يَوْمَئِذٍ؟قَالَ: بَلْ أَنْتُمْ يَوْ مَئِذٍ كَثِيْرٌ وَلٰكِنَّكُمْ غُثَاءٌ كَغُثَاءِ السَّيْلِ وَلَيَنْزِعَنَّ اللّٰهُ مِنْ صُدُوْرِ عَدُوِّكُم الْمَهَابَةَ مِنْكُمْ وَلَيَقْذِفَنَّ اللّٰهُ فِي قُلُوبِكُم الْوَهْنَ فَقَالَ قَائِلٌ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا الْوَهْنُ؟ قَالَ: حُبُّ الدُّنْيَا وَكَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ "

قریب ہے کہ امتیں ہمارے اوپر اس طرح سے پے درپے آئیں گی جیسے بڑے بڑے پیالے اور برتنوں پر کھانے والے آتے ہیں ، ایک کہنے والے نے کہا: کیا اس وقت ہماری تعداد کم ہوگی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم اس زمانے میں زیادہ ہوگے لیکن تم سیلاب کی جھاگ جیسے ہوگے ، اور اللہ تعالی تمہاری ہیبت کو تمہارے دشمنوں سے نکال دے گا اور تمہارے دلوں میں ضعف اور کمزوری ڈال دے گا ، ایک شخص نے کہا :اے اللہ کے رسول! کمزوری کا کیا مطلب ہے؟ آپ نے فرمایا:

دنیا سے محبت اور موت سے نفرت کرنا۔[سنن ابی داود(۴۲۹۷) اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے الصحیحہ (۹۵۸) میں اسے صحیح قرار دیا ہے]۔

(سوال پیدا ہوتا ہے کہ) کثرت کے ساتھ اختلاف کی وجہ کیا ہے؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ: لوگوں نے انسانی نظم و قوانین پر بھروسہ کرکے رب کے نازل کردہ قوانین کو بالائے طاق رکھ دیا ہے۔

کیونکہ انہوں نے انسان کی باتوں کے لئے تعصب برتا چنانچہ زید ، عمر کی باتوں کو اللہ اور اس کے رسول کی بات پر مقدم کردیا ہے۔

یقیناً بہت سارے اختلافات کی وجہ غیراللہ کے اقوال کو اختیار کرلینا ہے ،جب کہ ارشاد الٰہی ہے:

﴿وَلَوْ كَانَ مِنْ عِندِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُواْ فِيهِ اخْتِلاَفاً كَثِيراً﴾

اگر اللہ تعالی کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو یقیناً اس میں بہت کچھ اختلاف پاتے۔[سورۃ النساء(۸۲)].

تواختلاف کی وجہ اللہ تعالی اور اس کے رسول کی سنت سے اعراض کرنا ہے ، پس جو چیز اللہ سبحانہ وتعالی کی جانب سے ہوگی، اس میں اختلاف نہیں ہوگا اور جو چیز اللہ کے علاوہ کی جانب سے ہوگی تو اس میں اختلاف ہوگا۔

سوال یہ ہے کہ اختلاف ایک بیماری ہے تو اس کی دوا اور علاج کیا ہے؟

جواب :علاج کے متعلق نبی مکرم ﷺ کا یہ فرمان ہے:

" فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةَ الْخُلَفَاءِ الْمَهْدِيِّيْنَ الرَّاشِدِيْنَ تَمَسَّكُوْا بِهَا وَعَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُوْرِ فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ"

تم میری اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء کی سنت کو لازم پکڑلو ، اس پر مضبوطی سے قائم رہو اور اسے ڈاڑھوں سے پکڑ لو ، اور تم (دین میں)نئی نئی چیزیں ایجاد کرنے سے بچو کیونکہ(دین میں) نئی ایجاد کردہ چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔[سنن ابی داود(۴۶۰۷) اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح سنن ابی داود(۳/۱۱۹) میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔].

عَلَيْكُم بِسُنَّتِي: کا مطلب یہ ہے کہ تم نبی کریم ﷺ کی سنت اور آپ کے راستے اور طریقے کو لازم پکڑلو ، آپ ﷺ کے اعتقادات اور اقوال وافعال کو مضبوطی سے تھام لو، یہی کامل سنت ہے اور شبہات وشہوات سے بچانے والا راستہ یہی ہے۔

ابو حاتم (ابن حبان) نبی مکرم ﷺ کے قول : (فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي) کے متعلق اس اختلاف کو ذکر کرتے

ہوئے جو آپ ﷺ کی امت میں رونما ہوگا، فرمایا: یہ واضح بیان ہے کہ جس نے سنت کی پابندی کی ، اسے بیان کیا اور اس کے علاوہ دیگر راستے کی طرف رخ نہ کی تو وہ قیامت کے دن نجات پانے والوں میں سے ہوگا، اللہ تعالی اپنے فضل واحسان سے ہمیں بھی ان لوگوں میں شامل فرمائے ۔[الإحسان فی تقریب صحیح ابن حبان(۱/۱۸۰)].

رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کو روشنی اور ہدایت پر چھوڑا ، انہیں ایسی روشنی میں چھوڑا جس کی رات اس کے دن کی مانند ہے ، ہلاک اور نقصان اٹھانے والے شخص کے سوا کوئی اس سے نہیں بھاگے گا اور نہ ہی ایسا شخص معذور سمجھا جائے گا اور نہ ہی اس کے لئے کوئی حجت ودلیل ہوگی، جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

" إِنِّی تَرَکْتُکُمْ عَلَى الْمَحَجَّةِ الْبَيْضَاءِ لَيْلُهَا كَنَهَارِهَا

لَايَزِيْغُ عَنْهَابَعْدِيْ إِلَّا هَالِكٌ "

میں نے تمہیں ایسے روشن راستے پر چھوڑا ہے جس کی رات اس کے دن کی مانند ہے ، میرے بعد ہلاک ہونے والے کے سوا کوئی اس سے نہیں ہٹے گا۔[السنۃ لابن ابی عاصم (۴۹) اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح الترغیب والترہیب میں اسے صحیح قرار دیا ہے]۔

عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي: یہ بات متفق علیہ ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے تمہیں تمہارے علماء اور مشائخ کے طریقے کو اپنانے کا حکم دیا ہے ، یہ نہیں کہا ہے کہ تم ان کی تقلید کرو اور ان کے طریقے کی اتباع کرو۔

وَسُنَّةَ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ: یہ حکم ہے ان کے آثار اور نشان راہ پر چلنے کی۔

وَعَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ: نواجذ کے معنی ڈاڑھ کے ہیں اور یہ مضبوطی کے ساتھ پکڑنے کے لئے کنایہ ہے،

کہا جاتا ہے: "عَضَّ عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ" جب وہ اسے مضبوطی کے ساتھ تھام لے ۔جیسے ڈوبنے والے شخص کے پاس اگر رسی ہو تو وہ ڈوبتے وقت اسے مضبوطی کے ساتھ پکڑ لیتا ہے ، تاکہ وہ ڈوبنے سے بچ جائے اور جب اسے خطرہ محسوس ہوتا ہے کہ رسی اس کے ہاتھ سے چھوٹ جائے گی تو اسے ڈھاڑوں سے پکڑ لیتا ہے، کیونکہ وہی نجات کا راستہ بن جاتی ہے، تو رسول اللہ ﷺ اور خلفاء راشدین کی سنت اس رسی کی مانند ہے جو ڈوبنے والے کے ہاتھ میں ہے کہ اگر وہ اسے چھوڑ دے گا تو ہلاک ہوجائے گا۔[لمعۃ الاعتقاد(ص:٦٠) مؤلف(علامہ الفوزان)]۔

لہذا ضروری ہے کہ ہم سنت نبویہ کو اسی طرح سمجھیں جس طرح خلفاء راشدین نے سمجھا ہے، کیونکہ وہ نبی ﷺ سے زیادہ قریب تھے اور مخلوق میں سب سے

زیادہ پاکیزہ بھی ، وہ ایمان کے اعتبار سے سب سے سچے، احسان کے اعتبار سے سب سے بڑھ کر اور نبی ﷺ کی رفاقت کے لئے سب سے زیادہ حریص تھے، وہ معاملات کا مشاہدہ اپنی آنکھوں سے کرتے تھے ،جب کہ ہم صرف خبروں کی شکل میں اسے سن رہے ہیں۔ وَلَيْسَتِ الْخَبَرُ كَالْمُعَايَنَةِ خبر مشاہدہ کی مانند نہیں ہوسکتی ہے۔[مسند احمد(۱/۲۱۵) اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے ہدایۃ الرحمہ کی تعلیق(۵/۲۵۴) میں اسے صحیح قرار دیا ہے -].

رسول اللہ ﷺ نے خلفاء راشدین کو ہدایت یافتہ لوگوں میں شمار کیا ہے ، تو کیا کوئی ایسا ہے جسے نبی مکرم ﷺ کے بعد اس صفت سے متصف کیا گیا ہو؟

اور خلفاء راشدین کو ہدایت یافتہ کی صفت سے اس لئے متصف کیا گیا کیونکہ انہوں نے حق کو پہچانا ہی نہیں بلکہ اس پر عمل بھی کیا۔

الـراشـد: (ہدایت یاب) الـغـاوي:(بھٹکا ہوا ہونا) کی ضد ہے اور الغاوی اسے کہتے ہیں جو حق پہچاننے کے بعد اس کے خلاف عمل کرے۔

اور ایک روایت میں (الـمـهـديـين) آیا ہے یعنی اللہ تعالی انہیں ہدایت دے گا اور انہیں گمراہ نہیں کرے گا۔

خلاصہ یہ ہے کہ لوگوں کی تین قسمیں ہیں :

۱۔ ہدایت یافتہ۔

۲۔ بھٹکا ہوا۔

۳۔ گمراہ۔

ہدایت یافتہ وہ شخص ہے جو حق پہچاننے کے بعد اس پر عمل کرے۔

اور بھٹکا ہوا شخص وہ ہے جو حق پہچاننے کے باوجود اس پر عمل نہ کرے۔

اور گمراہ اسے کہتے ہیں جو حق نہ پہچان سکے، تو ہر راشد ہدایت یافتہ ہے اور ہروہ شخص جسے مکمل ہدایت مل جائے وہ راشد ہے ،کیونکہ ہدایت کی تکمیل حق کی معرفت اور عمل کے ذریعہ ہوتی ہے۔

نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: "عَضُّوا عَلَيْهَا " اسے مضبوطی سے پکڑلو، آپ نے یہ نہ کہا:"عَضُّوا عَلَيْهِمَا" (ان دونوں (سنتوں) کو مضبوطی سے پکڑلو بلکہ یہ کہا: "عَضُّوا عَلَيْهَا " (اسے مضبوطی سے پکڑلو) کیونکہ درحقیقت یہ ایک ہی سنت ہے،کیونکہ خلفاء راشدین کی سنت پر عمل کرنا دراصل نبی مکرم ﷺ کی سنت پر عمل کرنے کی مانند ہے اور خلفاء راشدین کی سنت نبی ﷺ کی سنت سے ہٹ کر نہیں ہے۔

اورنبی مکرم ﷺ کی سنت اور ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت کو اپنانے کے سوا کوئی چارہٗ کار بھی

نہیں ہے، خصوصا جب نبی ﷺ اور خلفاء راشدین کی سنتوں کے علاوہ لوگوں کی سنتیں کثرت سے پھیل جائیں اور لوگ خواہشات نفس کے پیچھے پڑ جائیں۔

ہلاکت اور گمراہی کے ڈر سے سنت کو مضبوطی کے ساتھ تھامنے کے لئے جدوجہد کرنا، صحرا اور جنگل میں اشیاء خورد ونوش سے زیادہ سنت کی حفاظت ضروری ہے ،کیونکہ کھانے پینے میں جسم کی زندگی ہے اور سنت میں دل کی زندگی ۔

" وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُوْرِ "

نبی مکرم ﷺ نے اپنی اور خلفاء راشدین کی سنت کی اتباع کا حکم دینے پر ہی اکتفا نہ کیا بلکہ آپ نے بدعات سے بھی منع کیا کیونکہ بدعات کو زندہ کرنے میں سنت کو مردہ کرنا ہے اس لئے کہ جب بھی کوئی بدعت ایجاد کی جاتی ہے تو معاذ اللہ وہ ایک

سنت کو موت کے گھاٹ اتار دیتی ہے۔

اور اللہ تعالی معزز تابعی حسان بن عطیہ المحاربی پر رحم کرے، جب انہوں نے کہا: جب بھی کوئی قوم اپنے دین میں کوئی نئی چیز ایجاد کرتی ہے تو اللہ تعالی اس جیسی سنت کو ان سے کھینچ لیتا ہے، پھر قیامت تک اسے ان کے درمیان نہیں لوٹائے گا۔[سنن دارمی(۹۸) اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے ہدایۃ الرواۃ (۱/۱۴۱) کی تعلیق میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔].

ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: " اتَّبِـعُـوا وَلَا تَبْتَدِعُوا فَقَدْ كُفِيتُمْ وَعَلَيْكُم بِالْعَتِيقِ"

اے لوگو! اتباع کرو اور بدعت سے بچو کیونکہ سنت تمہارے لئے کافی ہے۔ اور تم لازما پرانی چیزوں کو مضبوطی سے پکڑے رہو۔[سنن دارمی(۱۴۲) اور یہ اثر صحیح لغیرہ ہے۔].

اتَّبِعُوا : کا مطلب جو کتاب وسنت میں ہے، اس کی اتباع اور پیروی کرو۔

اور وَلَا تَبْتَدِعُوا : کامطلب : دین میں نئی چیز ایجاد کرنے سے روکنا ہے۔

اس کے بعد کہا گیا: فَقَدْ كُفِيتُمْ :یعنی تمہیں بقدرضرورت چیز عطا کردی گئی ہے،تمہیں اس سے زیادہ نیز تکلف کی کوئی ضرورت نہیں ہے، جو چیزیں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ اور صحابۂ کرام کے اقوال سے ثابت ہیں ،ان پر عمل کرنا تمہارے لئے کافی ہے۔

اور ابن مسعود رضی اللہ سے موقوفاً ثابت ہے جو حکماًمرفوع کے درجہ میں ہے، آپ نے فرمایا: تمہارا کیا حال ہوگا جب تم میں ایسا فتنہ داخل ہوجائے گا جس میں بڑا سٹھیا جائے گا اور چھوٹا بڑا ہوجائے گا، اس وقت جب اس میں سے کوئی چیز چھوڑ دی جائے گی، کہا گیا کیا

سنت کو ترک کردیا جائے گا؟ اور لوگوں نے کہا ایسا کب ہوگا؟ فرمایا جب تمہارے علماء فوت ہوجائیں گے اور جاہل حضرات کی تعداد زیادہ ہوجائے گی، قراء کی تعداد تو زیادہ ہوگی لیکن فقہاء کی تعداد کم ہوگی اور تمہارے امراء کی تعداد زیادہ ہوجائے گی اور تمہارے دیانت داروں کی تعداد کم ہوجائے گی اور دنیا کو آخرت کے عمل کے بدلہ تلاش کیا جائے گا اور دین کے علاوہ چیزوں کی سمجھ پیدا کردی جائے گی۔

[دارمی (۱۹۰)].

اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھی حذیفہ سے اللہ تعالی راضی ہوجائے جب کہ انہوں نے فرمایا: اے قراء کی جماعت درست ہوجاؤ ،کیونکہ تم بہت آگے بڑھ گئے ہو، پس اگر تم نے دائیں اور بائیں کا راستہ اپنایا تو تم دور کی گمراہیوں میں چلے جاؤ گے۔[صحیح بخاری (۷۲۸۲)].

سوال: اختلاف کی کثرت کی صورت میں بدعت کے متعلق ہمارا موقف کیا ہونا چاہئے؟

اس سوال کا جواب بہت سارے مبلغین یہ کہہ کر دیں گے کہ ایسی باتیں چھوڑئے، کیونکہ یہ فضول ہے، بلکہ بدعت کے متعلق بات کرنے سے مسلمانوں کے درمیان تفریق پیداہوتی ہے اور ان کا شیرازہ بکھر جاتا ہے۔

اور رسول اللہ ﷺ نے ہمیں نصیحت فرمائی ہے کہ ہم بدعت سے بچیں، جب کہ ہم بہت سارے اختلافات میں مبتلا ہوجائیں گے، آپ نے فرمایا:

" مَن يَعِشْ مِنكُمْ بَعْدِيْ فَسَيَرَى اخْتِلَافًا كَثِيرًا وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُورِ "

تم میں سے جو بھی میرے بعد زندہ رہے گا وہ بہت سارے اختلاف دیکھے گا، اور تم (دین میں) نئی

چیزوں کے ایجاد کرنے سے اجتناب کرو۔

اللہ تم پر رحم کرے،یہ مت بھولنا کہ نبی مکرم ﷺ نے اپنی اس اہم وصیت جس سے امت کو فائدہ پہنچایا، میں بدعت سے اجتناب کو اہم امور میں سے شمار کیا ہے اور لوگوں کی مصلحتوں کا بہت زیادہ خیال کیا چنانچہ فرمایا: "فَإِنَّ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلاَلَةٍ" کہ ہر بدعت گمراہی ہے۔

نبی مکرم ﷺ بیان فرمارہے ہیں کہ بدعات وخرافات گمراہی کے راستے ہیں اور یہ اس سنت کے ترک کرنے کا نتیجہ ہیں جس پر آپ ﷺ نے عمل کرنے کا تاکیدی حکم دیاہے۔

جیسا کہ بنی اسرائیل نے جب اپنے دین پر عمل کرنا چھوڑدیا اور وہ قصے کہانیوں میں لگ گئے تو وہ ہلاکت کے عمیق غار میں چلے گئے ، حدیث میں آتا ہے:

"إِنَّ بَنِي إِسْرَائِيلَ لَمَّا هَلَكُوا قَصُّوا"

بنی اسرائیل جب ہلاک ہوئے تو قصوں میں لگ گئے۔[طبرانی(۳۷۰۵) اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے الصحیحہ (۱۶۸۱) میں اسے حسن قرار دیا ہے].

یعنی عمل نہ کرنے کی وجہ سے جب وہ ہلاک ہوگئے، تو انہوں نے قصوں کو اپنالیا ،اسی پر بھروسہ کرلیا اور اسی پر اکتفا کیا، اور عقلمند مومن کو چاہئے کہ آج کے اکثر مسلمانوں کی حالت کی طرف نظر دوڑائے،یہ لوگ ان چیزوں میں مبتلا ہوگئے ہیں جن چیزوں میں ان سے پہلے لوگ مبتلا ہوئے ، واعظین نے قصے کہانیوں میں لگ کر نفع بخش علم اور عمل صالح سے اعراض کیا ،اس پر نبی ﷺ کا یہ فرمان بالکل سچ ہوتا نظر آتا ہے، آپ نے فرمایا تھا:

" لَتَرْكَبُنَّ سَنَنَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ شِبْرًا بِشِبْرٍ وَذِرَاعًا

بِذِرَاعٍ،حَتَّی لَوْأَنَّ أَحَدَهُمْ دَخَلَ جُحْرَ ضَبٍّ لَدَخَلْتُمْ وَ حَتَّی لَوْأَنَّ أَحَدَهُمْ جَامَعَ امْرَأَتَهُ بِالطَّرِيْقِ لَفَعَلْتُمُوْهُ "

تم ضرور اپنے پچھلے لوگوں کے طریقوں پر بالشت در بالشت اور ہاتھ در ہاتھ چلوگے یہاں تک کہ اگر ان میں سے کوئی گوہ کے سوراخ میں داخل ہوا ہوگاتو تم بھی داخل ہوگے اور ان میں سے کسی نے اپنی عورت سے راستے میں صحبت کی ہوگی تو تم بھی ایسا کرو گے۔
[حاکم(۴/۴۵۵) اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح الجامع (۵۰۶۷) میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔].

اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو بدعت کو بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ میں تقسیم کرتے ہیں، جب کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: " كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلاَلَةٌوَكُلُّ ضَلاَلَةٍ فِي النَّارِ "

ہر بدعت گمراہی ہے اور ہرگمراہی جہنم میں لے

جانے والی ہے۔[نسائی(۱۵۷۷) اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح سنن النسائی(۵۱۲/۱) میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔].

اور حدیث میں مذکورلفظ(کل) الفاظ عموم میں سے ہے۔

اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں:

" كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَإِنْ رَآهَا النَّاسُ حَسَنَةً"

ہر بدعت گمراہی ہے اگرچہ لوگ اسے اچھا گمان کریں۔[شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ(۱۲۶) اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے احکام الجنائز (ص۲۵۸) میں اسے موقوفا صحیح قرار دیا ہے۔].

اورحضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے ، کہتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

" مَنْ أَحْدَثَ فِيْ أَمْرِنَا هَذَا مَالَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ "

(جس نے ہمارے اس امر میں کوئی ایسی چیز ایجاد کی جو اس سے نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔[مسلم(۱۷۱۸)].

اور ایک روایت کے الفاظ کچھ اس طرح ہیں:

" مَنۡ عَمِلَ عَمَلًا لَيۡسَ عَلَيۡهِ أَمۡرُنَا فَهُوَ رَدٌّ"

جس نے کوئی ایسا کام کیا جس پر ہمارا حکم نہیں ہے تو وہ مردو ہے۔[صحیح بخاری(۲۶۹۷) مسلم(۱۷۱۸)].

اور یہ حدیث دین کے اصولوں میں سے ایک اصل ہے ، لہذا جس شخص نے بھی دین میں کوئی نئی چیز ایجاد کرکے اس کی نسبت دین کی طرف کی جب کہ دین میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے جس کی طرف رجوع کیا جاسکے تو وہ گمراہی ہے اور دین اس سے بری ہے ، خواہ وہ مسائل اعتقادات سے متعلق ہوں یا اعمال سے ، یا اقوال ظاہرہ اور باطنہ سے متعلق ہوں۔

امام بربہاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: چھوٹی چھوٹی

بدعات سے بچو ، کیونکہ چھوٹی بدعتیں بڑی بدعت بن جاتی ہیں اور ہر وہ بدعت جو اس امت میں ایجاد کی گئی، ابتدا میں وہ چھوٹی ہوتی ہے اور وہ حق کے مشابہ ہوتی ہے ،چنانچہ لوگ دھوکہ میں آکر اسے اپنالیتے ہیں اوراس سے نہیں نکل سکتے پھر وہ بڑی ہوجاتی ہے اور اسے دین بنالیا جاتا ہے۔[شرح السنۃ (ص:٦١)].

توجوشخص کل نجات کا متمنی اور ائمہ ہدی کی رفاقت ، بربادی کے راستوں سے سلامتی، ظالموں کے ہاتھوں سے چھٹکارا اور ہمیشہ ہمیش والی نعمتوں میں رہنے کا خواہشمند ہے تو اسے چاہئے کہ قرآن اور اس میں پائی جانے والی ہدایت کو لازم پکڑلے اور رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام کے طریقے کے مطابق قرآن کریم میں موجود احکام پر عمل کرے اور ان کے اقوال وافعال کو دیکھے اور اپنی عبادت واجتہاد کو ان کے

طریقے کے مطابق کرلے اور ہر عمل صالح کو ان کے نہج اور طریقے کے مطابق انجام دے۔ اور اس کا ارادہ ان کے طریقہ کار اپنانے کا ہو، کیونکہ صراط مستقیم کی اتباع ہر اس شخص کے لئے لازم ہے جو ہدایت کا طالب ہے۔

☆☆☆☆☆

بخل اور لمبی آرزو

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: " صَلَاحُ أَوَّلِ هَـذِهِ الْـأُمَّةِ بِـالـزُّهْـدِ وَالْيَقِيْنِ وَيَهْلِكُ آخِرُهَا بِالْبُخْلِ وَالْأَمَلِ"

اس امت کی بھلائی زہدویقین میں ہے اور اس امت کا آخری شخص بخل اور آرزو کے سبب ہلاک ہوگا۔[احمد فی الزہد(۱۶) اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے الصحیحہ (۳۴۲۷) میں اسے صحیح قرار دیا ہے]۔

بخل : مال حاصل ہونے کے بعد خرچ کرنے سے باز رہنا، اسے محبوب رکھنا اور روکے رکھنا۔

جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

" مَنْ سَيِّدُكُم يَا بَنِي سَلِمَةَ؟ قُلْنَا جُدُّ بْنُ قَيْسٍ عَلَى أَنَّا نُبَخِّلُهُ ، قَالَ وَأَيُّ دَاءٍ أَدْوَى مِنَ الْبُخْلِ بَلْ سَيِّدُكُم

عَمْرُوبْنُ الْجَمُوْحِ "

اے بنوسلمہ! تمہارا سردار کون ہے ؟ ہم نے کہا: جد بن قیس البتہ ہم اسے بخیل سمجھتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: کیا بخل سے بڑھ کر بھی کوئی بیماری ہے؟ بلکہ تمہارا سردار عمروبن الجموح ہے۔[مسلم(۱۷۱۸)].

یعنی کیا کوئی عیب بخل سے بھی قبیح اور برا ہے اور کیا کوئی مرض اس سے بھی بڑا ہے،کوئی چیز اس سے بڑی نہیں ہے ، تو بخل کو بیماری سے تشبیہ اس لئے دیا گیا کیونکہ یہ بخیل کی بدنامی کے ساتھ ساتھ اس کے دین کو بھی خراب کردیتا ہے ،جیسے بیماری آدمی کو کمزور اور لاغر کردیتی ہے اور اسے بالکل تھکا دیتی ہے، اس حدیث کو بعض حضرات نے جوامع الکلم میں شمار کیا ہے۔

بخل ایمان کی کمزوری اور اللہ کے ضمان پر عدم

وثوق کا پتہ دیتا ہے اور یہ چیز بندے کو خسارے میں ڈال دیتی ہے اور اسے ذلت اور محرومی کے عمیق غار میں ڈھکیل دیتی ہے۔

البتہ لمبی آرزو تو یہ ہرخیروطاعت کی راہ میں روڑا، اور ہر برائی اور فتنے کی جڑ ہے، ایسی لا علاج بیماری ہے جو مخلوق کو مختلف قسم کی آزمائش سے دوچارکردیتی ہے۔

اور لمبی آرزو پر چار چیزیں مرتب ہوتی ہیں:

ا۔ ترک طاعت، آدمی کہتا ہے، عنقریب کرلوں گا ابھی تو بہت وقت ہے۔

۲۔ ترک توبہ اور اس میں ٹال مٹول سے کام لینا، وہ کہتا ہے عنقریب توبہ کرلوں گا، ابھی بہت دن باقی ہیں، میں جوان ہوں توبہ اپنے ہاتھ میں ہے جب چاہوں گا کرلوں گا مجھے اس پر قدرت ہے، لیکن بسا اوقات اصلاحِ عمل سے پہلے ہی اسے موت دبوچ لیتی ہے۔

۳۔ اکھٹا کرنے کی حرص اور دنیا میں مست ہوکر آخرت کو بھلادینا۔

۴۔ دل کی سختی اور آخرت کو بھلادینا۔ کیونکہ جو لمبی زندگی کا متمنی ہوتا ہے وہ موت اور قبر سے غافل رہتا ہے، جب کہ دل میں رقت ، خلوص ، موت، قبر ، ثواب وعقاب اور آخرت کے احوال میں غور وفکر سے آتی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

" كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ أَلَا فَزُوْرُوْهَا فَإِنَّهَا تُرِقُّ الْقَلْبَ ، وَتُدْمِعُ الْعَيْنَ وَتُذَكِّرُ الْآخِرَةَ وَلَا تَقُوْلُوْا هُجْرًا"

میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے روکا تھا لیکن اب قبروں کی زیارت کرو ،کیونکہ وہ دلوں میں رقت پیدا کرتی ہے ، آنکھوں کو اشکبار اور آخرت کی یاد

دلاتی ہے اور تم بری بات مت کہو۔[الحاکم(۳۷۶/۱) اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح الجامع (۴۵۸۴) میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔].

تو جس کی آرزو لمبی ہوگی اس کی طاعت کم ہوگی،توبہ مؤخر ہوگی اور اس کی حرص بڑھے گی، اس کا دل سخت ہوگا ، اس کی غفلت میں اضافہ ہوگا اور وہ انجام کو بھول بیٹھے گا، معاذاللہ اگر اللہ تعالی آخرت میں اس پر رحم نہ کرے تو اس کی حالت سے بدتر کس کی حالت ہوگی اور اس آفت سے بڑی کون سی آفت ہوگی؟ اور یہ سب لمبی آرزو کے سبب ہوگا۔

☆☆☆☆☆

چھوٹے چھوٹے گناہ

سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: چھوٹے چھوٹے گناہوں سے بچو(چھوٹے گناہوں کی مثال) اس قوم کی مانند ہے جوایک وادی میں قیام پذیر ہوئی پس ایک شخص لکڑی کی ایک ٹہنی لے آیا اور دوسرا شخص ایک دوسری لکڑی کی ٹہنی لے آیا ،یہاں تک کہ انہوں نے اپنی روٹیاں پکالیں ، اور چھوٹے گناہوں کا جب مؤاخذہ ہوگا تو وہ اس کے ارتکاب کرنے والے شخص کو ہلاک کردیں گے۔ [احمد (۳۳۱/۵) اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے الصحیحہ (۳۸۹) میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔].

بندے پرگناہوں کے خطرات اور اس کی نحوست کے متعلق لوگوں میں سب سے زیادہ فصیح وبلیغ شخص کی یہ تشبیہ ہے۔

حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ قوم کا ہرایک فردایک ایک لکڑی لے آیا یہاں تک کہ انہوں نے ایک عظیم ترین آگ بھڑکائی پھرانہوں نے کھاناپکایا اور بھنا، اسی طرح بندے کے چھوٹے چھوٹے گناہ جمع ہوجاتے ہیں اور وہ انہیں حقیر سمجھتا ہے یہاں تک کہ وہ اسے ہلاک کردیتے ہیں۔

ایک چھوٹی لکڑی سے نہ روٹی پکائی جا سکتی ہے اور نہ کھانا ، لیکن چھوٹی چھوٹی لکڑیاں جب اکھٹی ہوجائیں اور ان میں آگ لگا دی جائے تو اس سے عظیم ترین آگ بھڑک اٹھتی ہے۔

سوال : محقرات الذنوب: کیا ہیں ؟

جواب: یہ چھوٹے گناہ ہیں جنہیں انسان حقیرسمجھتا ہے اور ان کی پرواہ نہیں کرتا اور بنا حساب اس میں واقع ہوتا رہتا ہے اور شیطان مسلسل اس معاملہ

کو اس پر آسان بنا کر پیش کرتا ہے یہاں تک کہ وہ اس پر جما رہتا ہے۔

اور معصیت پر جمے رہنے کا مطلب مخالفت پر مداومت برتنا ہے،اور دوبارہ گناہ کرنے کا عزم کرنا تو یہ دوسری معصیت ہے اور یہ ہلاکت کی علامت ہے کیونکہ گناہ کا اصرار جب قلب میں جاگزیں ہوجائے تو اس سے چھٹکارا پانا مشکل ہے جیسا کہ یہ بات (عقلمندوں) پر مخفی نہیں ہے ، کتنے لوگ ایسے ہیں جنہوں نے چھوٹے چھوٹے گناہوں میں تساہل سے کام لیا پھر وہ بڑے ہوگئے ،جس سے نکلنا ان کے لئے دشوار ہوگیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ نبی مکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں، آپ نے فرمایا: بیشک شیطان اس بات سے مایوس ہوچکا ہے کہ تمہاری اس سرزمین میں اس کی عبادت ہوگی لیکن وہ تم سے ان

چیزوں سے خوش ہے جنہیں تم حقیر سمجھتے ہو۔[مسند احمد بن حنبل(۲/۳٦۸) اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے الصحیحہ (۴۷۱) میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔]

عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے مخاطب ہوکر ارشاد فرمایا:

"یَا عَائِشَةُ !إِیَّاكِ وَمُحَقَّرَاتِ الْأَعْمَالِ، فَإِنَّ لَهَا مِنَ اللّٰهِ طَالِبًا"

"اے عائشہ! چھوٹے چھوٹے اعمال "صغیرہ گناہوں" سے اپنے آپ کو بچاؤ کیونکہ انہیں قلمبند کرنے کے لئے اللہ تعالی کی طرف سے (فرشتہ) مقرر ہے، (ان کا مؤاخذہ بھی اللہ تعالی کرے گا)" [ابن ماجہ (۴۲۴۳) علامہ البانی نے اسے صحیح قرار دیا ہے، دیکھئے صحیح سنن ابن ماجہ (۳۴۲۱)]۔

اور چھوٹے چھوٹے گناہوں میں سستی اس آگ کے شعلہ کی مانند ہے جسے خشک گھاس میں پھینک دیا

گیا ہو، جس سے خطرناک قسم کی آگ بھڑک اٹھے، جیسا کہ کہاوت مشہور ہے:

”وَمُعْظَمُ النَّارِ مِنْ مُسْتَصْغَرِ الشَّرَرِ“

”بھاری آگ چھوٹے چھوٹے شعلوں سے لگتی ہے“ ابتدا میں نگاہیں ملتی ہیں، پھر دل میں خیال آتا ہے، اس کے بعد آدمی قدم آگے بڑھاتا ہے اور پھر گناہ میں ملوث ہو جاتا ہے“۔

”لَا تَحْتَقِرْ شَيْئًا مِنَ الْمَآثِمِ

وَإِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالْخَوَاتِمِ“

کسی بھی گناہ کو حقیر مت سمجھ کیونکہ آخری وقت میں کئے جانے والے اعمال کا اعتبار ہوتا ہے۔

اور علامہ ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: چھوٹے گناہ کو حقیر مت سمجھ کیونکہ کمزور وحقیر چارے سے ایسی رسیاں بنتی ہیں جو کشتیوں کو کھینچتی ہیں۔

اور عبدالرحمٰن الحبلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس شخص

کی مثال جو کبیرہ گناہوں سے بچ کر صغیرہ گناہوں میں مبتلا ہوجاتا ہے، اس شخص جیسی ہے جس سے درندہ مل جائے اور وہ اس سے بچے یہاں تک کہ اس سے نجات حاصل کرلے، پھراس سے نر اونٹ مل جائے اور وہ اس سے بچنے کی کوشش کرے یہاں تک کہ اس سے نجات حاصل کرلے، پھر اسے چیونٹی کاٹ لے اور اسے تکلیف میں مبتلاکردے ، پھر یکے بعد دیگرے چیونٹیاں اسے کاٹتی جائیں یہاں تک اسے گرادیں، تو یہی مثال ہے اس شخص کی جو کبیرہ گناہوں سے بچے اور چھوٹے چھوٹے گناہوں میں مبتلا ہوجائے۔

شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

" لَا تَحْقِرَنَّ مِنَ الذُّنُوْبِ صَغِیْرَھَا

إِنَّ الصَّغِیْرَ غَدًا یَعُوْدُ کَبِیْرًا

کُلُّ الذُّنُوْبِ وَإِنْ تَقَادَمَ عَھْدُھَا

عِنْدَ الْإِلٰهِ مُسَطَّراً مَسْطُوْرًا "

چھوٹے چھوٹے گناہوں کو حقیر نہ جانو۔
چھوٹا گناہ کل بڑا ہوجائے گا۔
سارے گناہ اگرچہ وہ پرانے ہوچکے ہوں۔
وہ اللہ عزوجل کے یہاں لکھے ہوئے ہیں۔
اور کہنے والے نے کیا ہی خوب کہا ہے:

" قَدْيُوْبِقُ الْمَرْءَ أَمْرٌ وَهُوَيَحْقِرُهُ

وَالشَّيْءَ يَا نَفْسُ يَنْمَاوَهُوَيُحْتَقِرُ "

کبھی آدمی کو وہی چیز ہلاک کردیتی ہے جسے وہ حقیر سمجھتا ہے۔

اور اے بھلے مانس! چیز بڑھتی ہے جب کہ اسے حقیر سمجھا جاتاہے۔

اور ابن معتزنے یہ اشعار کہے ہیں:

خَلِّ الذُّنُوْبَ صَغِيْرَهَا وَكَبِيْرَهَا ذَاكَ التُّقَى

چھوٹے ، بڑے تمام گناہوں سے باز آجا، یہی پرہیز گاری ہے۔

وَاصْنَعْ كَمَاشٍ فَوْقَ أَرْ ضِ الشَّوْكِ يَحْذَرُ مَايَرَى

اور اس شخص کی طرح ہو جا جو خار دار زمین میں دیکھ بھال کر قدم رکھتا ہے۔

لَا تَحْقِرَ نْ صَغِيْرَةً إِنَّ الْجِبَالَ مِنَ الْحَصَى

چھوٹے چھوٹے گناہوں کو حقیر مت سمجھ، بلاشبہ کنکریوں سے مل کر ہی پہاڑ بنتے ہیں۔

ایک کنکری سے ٹیلہ بن سکتا ہے نہ پہاڑ، لیکن کنکریاں جب زیادہ مقدار میں ہوں تو ٹیلہ بنتا ہے اور جب کئی ٹیلے آپس میں مل جائیں تو پہاڑ بن جاتا ہے۔

اسی طرح بندہ صغیرہ گناہوں میں غفلت برتتا ہے، یہاں تک کہ گناہوں میں گھر جاتا ہے اور اس کی غلطیاں اس کا مکمل طور پر احاطہ کرلیتی ہیں پھر اس کی ہلاکت یقینی ہو جاتی ہے۔

طَاعَةُ اللّٰهِ خَيْرُ مَااكْتَسَبَ الْعَبْدُ

فَكُنْ طَائِعًا لِلّٰهِ لَا تَعْصِيَنَّه

مَا هَلَاكُ النُّفُوسِ إِلَا الْمَعَاصِيُ

فَاجْتَنِبْ مَا نَهَاكَ لَا تَقْرِبَنَّهُ

إِنَّ شَيْئًا هَلَاكُ نَفْسِكَ فِيْهِ

يَنْبَغِي أَنْ تَصُوْنَ نَفْسَكَ عَنْهُ

بندے کی سب سے بہتر کمائی اللہ تعالی کی اطاعت ہے۔

تو اللہ تعالی کا مطیع وفرمانبردار بن جا اس کا نافرمان نہ بن۔

نفوس کو ہلاک کرنے والی چیزیں صرف گناہ ہیں۔

پس جن چیزوں سے اس نے تمہیں روک دیا ہے اس کے قریب نہ پھٹک۔

کچھ چیزیں ایسی ہوتی ہیں جس میں تیری ہلاکت

پوشیدہ ہوتی ہے۔

تو اس چیز سے اپنی حفاظت آپ کر۔

مومن کوٹھیک اسی طرح چھوٹے چھوٹے گناہوں سے بچنا چاہیے جس طرح وہ چنگاریوں سے بچتا ہے۔

لَا تَحْقِرَنَّ صَغِيرًا فِي مُعَامَلَةٍ

إِنَّ الْبَعُوضَةَ تُدْمِي مُقْلَةَ الْأَسَدِ

معاملہ میں معمولی چیز کوبھی حقیر نہ سمجھو۔

بیشک مچھرشیر کی آنکھ سے خون نکال دیتا ہے۔

اور جلیل القدر صحابی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ نے اس سچے مومن کی حالت بیان کی ہے جو اپنے گناہوں سے ڈرتا ہو، فرمایا:

" إِنَّ الْمُؤْمِنَ يَرَى ذُنُوبَهُ كَأَنَّهُ قَاعِدٌ تَحْتَ جَبَلٍ ، يَخَافُ أَن يَّقَعَ عَلَيْهِ ، وَإِنَّ الْفَاجِرَ يَرَى ذُنُوبَهُ كَذُبَابٍ مَرَّ عَلَى أَنفِهِ "

مومن اپنے گناہوں کے بارے ایسے ہی خیال کرتا ہے جیسے وہ پہاڑ کے نیچے بیٹھا ہوا ہے اور اسے ڈرلگا ہوا ہے کہ پہاڑ اس کے اوپر گر نہ جائے ،اور بدکار اپنے گناہوں کے بارے میں ایسے ہی خیال کرتا ہے جیسے کوئی مکھی اس کی ناک پر بیٹھی اور چلی گئی۔[صحیح بخاری (۵۸۳۳)].

اور انس بن مالک رضی اللہ عنہ اپنے شاگردوں کو چھوٹے چھوٹے گناہوں سے متنبہ کرتے ہوئے فرماتے تھے: یقیناً تم ایسے اعمال انجام دیتے ہو جو تمہاری آنکھوں میں بال سے بھی زیادہ باریک ہیں جب کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں اسے ہلاک کرنے والی چیزوں میں شمار کرتے تھے۔[صحیح بخاری (۳۶۹۶)].

جان لو اللہ تعالی آپ کو بابرکت بنائے : کل وہی کامیاب ہوگا جس کے گناہ کم ہوں گے۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا:

" إِنَّ بَيْنَ أَيْدِيكُمْ عَقَبَةً كَؤُودًا لَا يَنْجُوْمِنْهَا إِلَّا كُلُّ مُخِفٍّ "

تمہارے سامنے دشوار گزار گھاٹی ہے اس سے وہی شخص نجات پاسکے گا جس کے گناہ کم ہوں۔[البزار(٣٦٩٦) اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے الصحیحہ (٢٤٨٠) میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔].

اور یہ گھاٹی موت اور اس کے بعد کی سختیاں ہیں یعنی قبر، حشر، محشر میں اللہ تعالی کے سامنے کھڑے ہونا، حساب ، پل صراط اور ترازو ہے ، اور جسے ان چیزوں کے وقوع پر یقین ہوگا یقیناً وہ اللہ

کے احکام کو بجا لاکر اور اس کی منع کردہ چیزوں
سے بچ کر اپنے بوجھ کو ہلکا کرے گا۔

☆☆☆☆☆

دین میں غلو

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے ،کہتے ہیں:

گھاٹی والے دن رسول اللہ ﷺ جب اپنی اونٹنی پر سوار تھے تو فرمایا: میرے لئے کنکریاں چن دو تو میں نے آپ کے لئے سات کنکریاں چن دیں، جو چنے کے دانے سے کچھ بڑی تھیں، پس آپ ﷺ ان کنکریوں کو اپنے ہاتھ میں حرکت دینے لگے اور فرمایا: اس طرح کی کنکریوں سے رمی کرو، اس کے بعد فرمایا:

" يَاأَيُّهَا النَّاسُ إِيَّاكُمْ وَالْغُلُوَّ فِي الدِّيْنِ ، فَإِنَّمَا أَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُم الْغُلُوُّفِي الدِّيْنِ "

اے لوگو! دین میں غلو کرنے سے باز رہو، کیونکہ تم سے پہلے لوگ دین میں غلو کے سبب ہلاک ہوئے۔[ابن ماجہ، اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح سنن ابن ماجہ(۲۴۷۳) میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔].

نبی مکرم ﷺ نے اسے غلو فی الدین میں شمار کیا ہے کہ حاجی میدان منی میں رمی جمرات کے وقت بڑے بڑے پتھر لے اور آپ ﷺ نے حکم دیا کہ رمی جمرات کے پتھر چنے سے کچھ بڑے ہوں اور آدمی بڑا پتھر نہ لے ،کیونکہ یہ عبادت میں غلو کرنا ہے اور غلو عبادت کو برباد کردیتا ہے ، اور کچھ لوگ بڑے بڑے پتھر سے جمرات کی رمی کرتے ہیں اور ان کا گمان ہوتا ہے کہ وہ شیطان سے قتال کررہے ہیں اور یہ چھوٹے چھوٹے پتھر شیطان کا بال بانکا نہیں کرسکتے لہذا وہ بڑے بڑے پتھر لے کر وہ شیطان کو قتل کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں اور ان کے گمان میں رمی جمرات سے مراد شیطان کو قتل کرنا ہے ، جب کہ رمی عبادت اور اللہ عزوجل کا ذکر ہے ، اور اس طریقے سے تو شیطان ہم پر ہنسے گا کیونکہ ہم نے اپنے نبی کی سنت کی

مخالفت کی ہے اور عبادتیں توقیفی (یعنی کتاب وسنت سے ثابت) ہیں، ہمیں اسی طرح جمرات کی رمی کرنی چاہئے جس طرح اللہ کے رسول ﷺ نے جمرات کی رمی کی ہے اور کنکریاں بھی اسی طرح کی ہوں جس طرح کی کنکریوں سے اللہ کے رسول ﷺ نے رمی کی ہے، اور یہی چیز واجب ہے۔[تسہیل الإلہام بفقہ الأحادیث من بلوغ المرام(۳/۳۶۶)]۔

اور افسوس اس بات پر ہے کہ دین کے اندر غلو کے متعلق شدید تنبیہ کے باوجود امت مسلمہ اس میں مبتلا ہوگئی ہے۔

اور عبادات میں غلو کا مطلب کمیت، کیفیت اور وقت وغیرہ کے اعتبار سے مشروع مقدار میں زیادتی کرنا ہے۔ہم اپنی طرف سے کچھ ایجاد نہیں کریں گے۔

اور بدعت کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ بدعت حقیقی

۲۔ بدعت اضافی

بدعت حقیقی: اس بدعت کوکہتے ہیں جس کی کوئی اصل نہ ہو ،جیسے جشن میلاد النبی اور آثار کے ذریعہ تبرک حاصل کرنا۔

بدعت اضافی: یہ ہے کہ ہم مشروع عبادت کے لئے کوئی وقت یا ایسی صفت ایجاد کریں جس صفت پر اللہ اور اس کے رسول نے اس عبادت کو مشروع نہ قرار دیا ہو جیسے ہم یہ کہیں کہ پندرہویں شعبان میں لوگ نماز اور تہجد ادا کرتے ہیں اور ہم پندرہویں شعبان کو روزہ رکھیں گے۔

روزہ رکھنا مشروع ہے ، قیام اللیل بھی مشروع ہے لیکن جب ہم نے بغیر دلیل کے اس کے لئے وقت مقرر کردیا تو اسے بدعت اضافی کہا جائے گا کیونکہ اصل

عبادت تو مشروع ہے، پر وقت کی تحدید مشروع نہیں ہے۔

آج کے دور میں مظاہر غلو میں سے بغیر کسی ضابطہ اور قانون کے ایک جماعت کا لوگوں کو کافر قرار دیدینا بھی ہے، وہ دوسروں کو کافر وفاجر قرار دیتے ہیں اور ان سے لڑائی کرتے ہیں۔

تو ہمارے اوپر یہ واجب ہے کہ ہم اس سے اجتناب کریں اور ہر چیز میں استقامت کا طریقہ اپنائیں، اور غلو دنیا وآخرت دونوں میں ہلاکت کا باعث ہے، اور یہ کبھی خیر وبھلائی نہیں لا سکتا۔

☆☆☆☆☆

تشدد

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

" هَلَكَ الْمُتَنَطِّعُونَ قَالَهَا ثَلَاثًا "

متشددین ہلاک ہوگئے، آپ نے تین بار فرمایا۔[صحیح مسلم(۲۶۷۰)]۔

ہلاکت بقا کی ضد ہے یعنی وہ ہلاک وبرباد ہوگئے، اور الْمُتَنَطِّعُون کے معنی متشددین کے ہیں ،یہی وجہ ہے کہ حدیث شریف میں یوں آیا ہے:

" لَا تُشَدِّدُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ فَإِنَّمَا هَلَكَ مَنْ قَبْلَكُمْ بِتَشْدِيدِهِمْ عَلَى أَنْفُسِهِمْ وَسَتَجِدُونَ بَقَايَاهُمْ فِي الصَّوَامِعِ وَالدِّيَارَاتِ "

تم اپنے آپ پر سختی نہ کروکیونکہ تم سے پہلے لوگ اپنے آپ پر سختی کرنے کی وجہ سے ہلاک ہوئے

اور ان کا بقایا چرچ اور گرجا گھروں میں آپ کو مل جائے گا۔[بخاری فی التاریخ الکبیر(۴/۹۷ اور علامہ البانی رحمہ اللہ الصحیحہ (۳۱۲۴) میں اسے صحیح لغیرہ کہا ہے۔].

قَالَهَا ثَلَاثًا: یعنی اس جملے کو تین بار آپ ﷺ نے دہرایا، اور نبی مکرم ﷺ نے تاکید، تنبیہ اور ڈرانے کے لئے تین بار دہرایا ہے کیونکہ تشدد کرنے والے کی ہلاکت یقینی ہے۔

اور اس کلمہ(تشدد) کی وجہ سے کتنی ایسی مصیبتیں آتی ہیں جودین میں تبدیلی اور جسموں کی ہلاکت کا سبب بنتی ہیں، ہم اللہ تعالی سے اس بات کے طالب ہیں کہ وہ ہمیں مصیبت میں پڑنے سے بچائے۔

تشدد اور سختی میں سے یہ بھی ہے کہ انسان نماز، روزے اور دیگر عبادتوں میں اپنے نفس پر سختی کرے،جب کہ اللہ تعالی نے اس پر آسانی کی ہے،

کیونکہ اللہ تعالی کی جانب سے آسان کردہ چیزوں میں جب وہ سختی برتے گا توہلاک ہوجائے گا۔

اسی طرح اپنے اوپر سختیوں میں سے وہ فعل بھی ہے جسے بعض بیمار حضرات انجام دے رہے ہیں، خصوصا ماہ رمضان میں، بایں طور کہ اللہ تعالی نے مرض کی حالت میں روزہ توڑنے اور کھانے پینے کی اجازت دے رکھی ہے پھر بھی وہ اپنے نفس پر تشدد کرتے ہوئے روزہ رکھتے ہیں، تو ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان:

"هَلَكَ الْمُتَنَطِّعُوْنَ" (متشددین ہلاک ہوگئے) ایسے شخص پر فٹ ہوگا۔

اسی طرح سے اللہ تعالی کی صفات کی تہ میں جانے کی کوشش کرنا بھی اپنے نفس پر سختی اور تشدد کے قبیل سے ہے ، جیسا کہ بعض لوگ اس میں مبتلا

ہیں، بایں طور کہ وہ ایسے ایسے سوالات کرتے ہیں جس کے بارے میں صحابہ کرام نے سوال نہ کیا۔

مثلاً نبی مکرم ﷺ کا فرمان ہے:

" يَنْزِلُ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالَى كُلَّ لَيْلَةٍ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا حِيْنَ يَبْقَى ثُلُثُ اللَّيْلِ"

ہمارا رب اللہ تبارک وتعالی ہر رات آسمان دنیا کی طرف نزول کرتا ہے ، جس وقت کہ رات کا آخری تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے۔[بخاری(۱۱۴۵) مسلم(۷۵۸)].

تو لوگ سوال کرتے ہیں کہ وہ کیسے اترتا ہے؟ اور رات کی تہائی ہی میں کیوں نزول کرتا ہے؟ اور رات کا تہائی حصہ تمام زمین پر گھومتا رہتا ہے ، تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ ہمیشہ ہمیش نازل ہوتا رہتا ہے ، اور وہ اس جیسی بیکار باتیں اور سوال کرتے ہیں جس پر نہ تو انہیں اجرو ثواب ملے گا اور نہ ہی ان کی تعریف

کی جائے گی، بلکہ اس وقت وہ سلامتی سے زیادہ گناہ کے اور تعریف سے زیادہ برائی کے قریب ہوتے ہیں۔

یہ ایسے مسائل ہیں جن کا انسان مکلّف نہیں ہے اور یہ غیبی مسائل ہیں اور ان کے بارے میں جب اس ہستی نے سوال نہ کیا جو سب سے بہتر اور اللہ تعالی کے اسماء وصفات کی معرفت پر زیادہ حریص تھے ، تو انسانوں پر یہ واجب ہے کہ وہ اس بارے میں اپنی زبان نہ کھولیں، اور وہ یہ کہیں: ہم نے سنا، اطاعت کی ، ہم نے تصدیق کی اور ہم ایمان لائے، اور ایسی باریکیوں میں گھسنا جس کا کوئی فائدہ نہ ہو تو یقیناً اسے تشدد میں شمار کیا جائے گا۔[شرح ریاض الصالحین(۱/۵۶۰) مؤلف فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ۔].

اسی طرح تشدد اور اپنے اوپر سختیوں میں سے وہ فعل بھی ہے جسے بعض حضرات وضوکرتے ہوئے انجام

دیتے ہیں ، بایں طور کہ وہ ایک ایک اعضاء کو چار، پانچ ، سات یا اس سے زائد بار اطمینان سے دھوتے ہیں، تو بعض حضرات ایسے ہیں جنہیں آپ دیکھیں گے کہ وہ پانی کے استعمال میں تشدد (اسراف وفضول خرچی)سے کام لیتے ہیں پس اللہ تعالی بھی ان پر سختی کرتا ہے ، کیونکہ اگر وہ اس وسوسہ پر برقرار رہا ، تو نہ تو اسے چار، پانچ، چھ اور نہ ہی اس سے زائدبار دھونا کفایت کرے گا، اور شیطان اس کے ساتھ لگا رہے گا یہاں تک کہ اس کی کیفیت تبدیل کردے گا۔

اسی طرح بعض حضرات غسل جنابت میں دونوں کانوں اور نتھنے میں میں پانی ڈالتے وقت اپنے آپ کو بیحد تھکاوٹ میں ڈال دیتے ہیں،یہ ساری کی ساری چیزیں رسول اللہ ﷺ کے قول: ”ھَلَکَ الْمُتَنَطِّعُوْنَ“ (متشددین ہلاک ہوگئے) میں داخل ہیں تو جوشخص بھی ایسے

معاملات میں سختی اور تنگی سے کام لے گا وہ اس
حدیث میں داخل ہوگا۔

خلاصہ یہ ہے کہ جس چیز پر بھی لغوی یا شرعی
طور پر یہ بات ثابت ہوگی کہ دین میں تشدداور شرعی
احکام میں بیجاتعمق کے قبیل سے ہے تو وہ اس مذکورہ
حدیث کے تحت دخول اولی کے طور پر داخل ہوگا، اور
بدعات وخرافات وغیرہ کے قبیل سے جو چیزیں ہیں تو اس
کے منطوق ومفہوم پر اپنے دونوں ہاتھوں کو سخت کرلو اور
اپنے ظاہر وباطن کو اس پر پیش کرو یہاں تک کہ اللہ
تعالی آپ کے لئے خبیث چیز کو پاکیزہ چیز سے ممتاز
کردے اور آپ یہ جان لیں کہ کون سی چیز آسان
اور درست ہے(اوراس کو اپنالیں) اور جو چیز تشدد اور

بیجا مشقت والی ہے اس کا انکار کردیں۔ اور اللہ تعالی ہی توفیق دینے والا ہے، اور اسی سے مدد لی جاتی ہے۔

☆☆☆☆☆

برائی کی کثرت

" عَنْ زَيْنَبَ ابْنَةِ جَحْشٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ عَلَيْهَا فَزِعًا يَقُوْلُ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَيْلٌ لِّلْعَرَبِ مِنْ شَرٍ قَدِ اقْتَرَبَ فُتِحَ الْيَوْمَ مِنْ رَدْمِ يَأْجُوْجَ وَمَأْجُوْجَ مِثْلُ هٰذِهِ وَحَلَّقَ بِإِصْبَعِهِ الْإِبْهَام وَالَّتِيْ تَلِيْهَا قَالَتْ زَيْنَبُ بِنْتُ جَحْشٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا : فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ أَنَهْلِكُ وَفِيْنَاالصَّالِحُوْنَ؟! قَالَ نَعَمْ إِذَا كَثُرَ الْخَبَثُ "

زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی مکرم ﷺ ان کے پاس گھبراہٹ کی حالت میں داخل ہوئے، آپ فرمارہے تھے: اللہ کے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں، عرب کے لئے بربادی ہے اس شر کی وجہ سے جو قریب ہے، آج یاجوج وماجوج کی بندش کو اس مقدار میں کھول دیا گیا ہے، اور آپ ﷺ نے اپنے انگوٹھے اور شہادت کی انگلی سے حلقہ بنا کر دکھایا۔

زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں نے کہا : اے اللہ کے رسول ، کیا ہم ایسی صورت میں بھی ہلاک ہوجائیں گے جب کہ ہمارے درمیان نکو کار حضرات موجود ہوں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں ، جب برائی کثرت کے ساتھ پھیل جائے گی۔[(بخاری(۳۳۴۶) مسلم(۲۸۸۰)].

(وَیْــــلٌ) کے معنی ، رسوائی ہلاکت اور عذاب کے ہیں۔

(رَدْمِ یَـأْجُوْجَ وَمَـأْجُوْجَ) " الردم" کے معنی عظیم بندش اور حجاب کے ہیں اور اسی سے اللہ عزوجل کا یہ قول ہے : ﴿أَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْماً﴾

میں تم میں اور ان میں مضبوط حجاب بنادیتا ہوں۔[سورۃ الکہف(۹۵)].

یعنی مضبوط باندھ اور ردم یہ سد سے بڑا اور قوی

ہوتا ہے تو اس کے معنی ہوئے مضبوط باندھ اور محفوظ رکاوٹ کے۔

اور (رَدْمِ يَاْجُوجَ وَمَاْجُوجَ)سے مراد: وہ عظیم باندھ اور حجاب ہے جسے ذوالقرنین نے بنایا تھا، اور اسی بات کی طرف یہ آیت کریمہ اشارہ کررہی ہے:

﴿قَالُوا يَا ذَا الْقَرْنَيْنِ إِنَّ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ مُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجاً عَلَى أَن تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ سَدّاً﴾

انہوں نے کہا اے ذوالقرنین! یاجوج ماجوج اس ملک میں بڑے بھاری فسادی ہیں تو کیا ہم آپ کے لئے کچھ سرمایہ اکھٹا کریں؟ اس شرط پر کہ آپ ہم میں اور ان میں کوئی دیوار بنادیں، اس نے جواب دیا کہ میرے اختیار میں میرے پروردگار نے جو دے رکھا ہے وہی بہتر ہے، تم صرف اپنی قوت وطاقت سے میری مدد کرو، میں تم

میں اور ان میں مضبوط حجاب بنا دیتا ہوں۔ [سورۃ الکہف (۹۵)].

(حَلَّقَ بِإِصْبَعِه): یعنی شہادت کی انگلی کو انگوٹھے کی جڑ میں لگا کر اس سے ملا دیا چنانچہ ان دونوں کے درمیان بہت مختصر سا خلل باقی رہ گیا۔

(أَنَهْلِكُ وَفِينَا الصَّالِحُونَ؟) یعنی ان کی وجہ سے مصیبتیں اور پریشانیاں دور ہوتی ہیں اور ہم نیکوں کی موجودگی میں ہلاک ہوجائیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں ایسی حالت میں بھی تم ہلاک ہوجاؤ گے۔

" الْخَبَثُ "ایسا جامع لفظ ہے جو زنااور اس کے علاوہ شروفساداور غیراسلامی چیزوں کو شامل ہے۔[التمہید (۳۰۷/۲۴)].

اور حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ جب شروفساد کی کثرت ہوگی اور گناہ ومنکرات منتشر ہوجائیں گے، تو

نیک وبد سب کے سب ہلاک ہوجائیں گے اور عذاب سب کو اپنی چپیٹ میں لے لے گا تو گناہوں کا ظہور عام ہلاکت کے اسباب میں سے ہے جس سے کسی کو چھٹکارا نہیں خواہ وہ نیک ہو یا بد۔

☆☆☆☆☆

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو چھوڑ دینے کا حکم

(عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: مَثَلُ الْقَائِمِ عَلَى حُدُودِ اللّٰهِ وَالْوَاقِعِ فِيهَا ، كَمَثَلِ قَوْمٍ اسْتَهَمُوا عَلَى سَفِينَةٍ ، فَأَصَابَ بَعْضُهُمْ أَعْلَاهَا وَبَعْضُهُمْ أَسْفَلَهَا ، فَكَانَ الَّذِينَ فِي أَسْفَلِهَا إِذَا اسْتَقَوْا مِنَ الْمَاءِ مَرُّوا عَلَى مَنْ فَوْقَهُمْ فَقَالُوا لَوْأَنَّا خَرَقْنَا فِي نَصِيبِنَا خَرْقًا ، وَلَمْ نُؤْذِ مَنْ فَوْقَنَا فَإِنْ يَتْرُكُوهُمْ وَمَا أَرَادُوا هَلَكُوا جَمِيعًا وَإِنْ أَخَذُوا عَلَى أَيْدِيهِمْ نَجَوْا وَنَجَوْا جَمِيعًا)

نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں، آپ نے فرمایا: اللہ کے حدود پر کھڑے ہونے والے اور اس میں واقع ہونے والے کی مثال ایک قوم سی ہے جس نے ایک کشتی پر قرعہ اندازی کی ،چنانچہ بعض کو کشتی کے اوپر جگہ ملی اور بعض کو کشتی کے نیچے، تو جب نیچے والوں کو پانی

كَمَثَلِ قَوْمٍ اسْتَهَمُوْا عَلَى سَفِيْنَةٍ:اس قوم کی مانند جس نے قرعہ اندازی کی ،یعنی اس بات کے لئے قرعہ نکالا کہ کون اوپر ہوگا۔

فَأَصَابَ بَعْضُهُمْ أَعْلَاهَا وَبَعْضُهُمْ أَسْفَلَهَا ، فَكَانَ الَّذِيْنَ فِيْ أَسْفَلِهَا إِذَا اسْتَقَوْا مِنَ الْمَاءِ: یعنی بعض اوپر ہوگئے اور بعض نچلے حصہ میں چلے گئے اور جب نچلے حصہ میں رہنے والوں کو پیاس لگتی تو وہ اوپر چلے جاتے تھے کیونکہ پانی اوپر ہی سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔

فَقَالُوْا: لَوْأَنَّا خَرَقْنَا فِيْ نَصِيْبِنَا: یعنی اگر ہم اپنی جگہ میں سوراخ کرلیں تاکہ آسانی سے پانی حاصل کرلیں اور اوپر والوں کو تکلیف نہ دیں، تو ایسا کرنے کا انہوں نے ارادہ کیا۔

فَإِنْ يَتْرُكُوْهُمْ وَمَا أَرَادُوْا هَلَكُواجَمِيْعًا:پس اگر انہیں ان کے ارادہ پر چھوڑ دیں تو سب کے سب ہلاک

پینے کی خواہش ہوتی تو وہ اوپر والوں کے پاس چلے جاتے،(پھر) انہوں نے کہا اگر ہم اپنے حصے کی کشتی پھاڑ دیتے اور اوپر والوں کو تکلیف نہ دیتے (تو کیا ہی اچھی بات ہوتی) پس اگر لوگ انہیں ان کے ارادے پر چھوڑدیں تو سب کے سب ہلاک ہوجائیں گے اور اگر ان کا ہاتھ پکڑلیں تووہ خودبھی نجات پاجائیں گے اور ان کے علاوہ دیگر سب حضرات بھی نجات پاجائیں گے۔[صحیح البخاری (۲۴۹۳)].

(مَثَلُ الْقَائِمِ عَلَى حُدُوْدِ اللّٰهِ وَالْوَاقِعِ فِيْهَا)

الْقَائِمِ فِيْهَا : یعنی وہ شخص جو اللہ تعالی کے دین پر جما رہا، واجب کی ادائیگی کی اور حرام چیزوں کو چھوڑ دیا۔

وَالْوَاقِعِ فِيْهَا: اللہ کے حدود میں واقع ہونے والا،یعنی حرام کام کرنے والا اور واجب کا تارک۔

ہوجائیں گے ،کیونکہ جب وہ کشتی کے نچلے حصہ میں سوراخ کردیں گے توکشتی میں پانی داخل ہوجائے گا ،پھر کشتی کو غرق کردے گا۔

وَإِنْ أَخَذُوا عَلَى أَيْدِيهِمْ نَجَوْا وَنَجَوْا جَمِيعًا:یعنی اگر انہیں اس کام سے روک دیں توسب سب کے نجات پاجائیں گے۔

اور نبی مکرم ﷺ کی بیان کردہ کہاوت ان عظیم کہاوتوں میں سے ہے جو اپنے اندر عظیم نتیجہ اور عظیم معنی سموئے ہوئے ہے، پس لوگ اللہ تعالی کے دین میں ان لوگوں کی مانند ہیں جو سمندر کی گہرائی میں ہیں، جنہیں موجیں پھینک رہی ہیں اور لوگوں کی کثرت کی صورت میں یہ ضروری ہے کہ کچھ لوگ کشتی کے نچلے حصہ میں ہوں اور کچھ لوگ

اوپری حصہ میں تاکہ کشتی متوازن رہے، اور بعض بعض پر تنگی نہ پیدا کرے اور اس میں قوم کی اس مشترک کشتی کو جب کوئی خراب کرنا چاہے تو ضروری ہے کہ اس کے ہاتھ کو پکڑ کر اس کام سے باز رکھا جائے تاکہ سب کے سب نجات پاجائیں اور اگر وہ ایسا نہیں کرتے تو سب کے سب ہلاک ہوں گے، یہی اللہ کا دین ہے ، جب اہل علم ودانش جاہلوں اور نااہلوں پر کنٹرول حاصل کرلیں تو نجات پالیں گے اور اگر ان کے ارادے پر چھوڑ دیں توسب کے سب ہلاک ہوجائیں گے، جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے:

﴿وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَّا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنكُمْ خَاصَّةً﴾

اور تم ایسے وبال سے بچوکہ جو خاص کران ہی لوگوں پر واقع نہ ہوگا جو تم میں سے ان گناہوں کے

مرتکب ہوئے ہیں۔[سورۃ الأنفال(۲۵)]. شرح ریاض الصالحین (۱/ ۷۰۸۔۷۰۹)

☆☆☆☆☆

غیبت

" عَنْ أُسَامَةَ بْنِ شَرِيْكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ ، وَجَاءَ تِ الْأَعْرَابُ - نَاسٌ كَثِيْرٌ مِنْ هُنَا وَهَا هُنَا - فَسَكَتَ النَّاسُ لَا يَتَكَلَّمُوْنَ غَيْرُهُمْ ، فَقَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ أَعَلَيْنَا حَرَجٌ فِيْ كَذَا وَكَذَا ؟ فِيْ أَشْيَاءَ مِنْ أُمُوْرِ النَّاسِ لَا بَأْسَ بِهَا فَقَالَ : يَا عِبَادَ اللّٰهِ ! وَضَعَ اللّٰهُ الْحَرَجَ ، إِلَّا امْرَءً ا اقْتَرَضَ امْرَءً ا ظُلْمًا ، فَذَاكَ الَّذِيْ حَرِجَ وَهَلَكَ "

اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں میں نبی ﷺ کے پاس تھا کہ بہت سارے دیہاتی یہاں وہاں سے آگئے ، پس لوگ خاموش رہے اور ان کے علاوہ کوئی زبان نہیں کھول رہا تھا، انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول !کیافلاں فلاں چیزیعنی (پیٹھ پیچھے) لوگوں کے متعلق بعض معمولی گفتگو کرنے میں کوئی حرج ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ کے بندو! اللہ

تعالی نے اسے حرام اور گناہ قرار دیا ہے، اور جس نے کسی بھائی کا کوئی حصہ ظلماً لے لیا(اس کی غیبت کی) تووہ گناہ میں مبتلا ہوگیا اور ہلاک ہوگیا۔[بخاری فی الأدب المفرد(۲۹۱) اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح الأدب المفرد (۲۲۳) میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔

الْحَرَجُ: کے اصلی معنی تنگی کے ہیں اور اس کا اطلاق گناہ اور حرام چیزوں پر بھی ہوتا ہے۔

اقْتَرَضَ: یعنی اس میں واقع ہوگیا، اسے عیب لگایا اور اس کی غیبت کی اور کلمہ کی اصل قرض ہے جس کے معنی کاٹنے کے ہیں۔

اور آپ ﷺ کا قول: حَرِجَ: یعنی وہ گنہگار ہوگیا اور اس پر سزا واجب ہوگئی۔

یہ خصلت(غیبت) بدترین خصلتوں میں سے ہے، نیز یہ لوگوں میں سب سے زیادہ منتشر ہونے والی چیز

ہے، یہاں تک کہ بہت کم لوگ اس سے محفوظ ہیں ، کوئی بھی مجلس ایسی نہیں ہوتی جس میں غیبت نہ کی جائے، گویا غیبت لوگوں کی چاشنی،ان کا سالن اوران کے لئے میوہ بن چکی ہے جس سے وہ لطف اندوز ہوتے ہیں۔

غیبت نے کتنے نکوکاروں کے اعمال اور عمل کرنے والوں کے اجروثواب کو برباد کردیا ،اور رب ذوالجلال کی ناراضگی کا باعث بنی۔

غیبت ایسا زہریلا میوہ ہے جو لوگوں کی زبان میں صاف وشیریں پانی سے زیادہ لذیذ ہے، یہ مجلسوں کے لئے ایسے میوے کا کام کرتی ہے جس کا مزہ چکھنے والا کبھی آسودہ نہیں ہوتا اور اکثر مجالس میں یہ میوہ پیش کیا جاتا ہے۔

اس سے بچنے اور متنبہ ہونے کی ضرورت کے پیش

نظر میں قارئین کرام کو شیخ الفاضل حسین العوایشہ کی کتابچہ : (غیبت اور معاشرہ میں اس کا برا اثر) پڑھنے کی نصیحت کرتا ہوں۔

ہم اللہ تعالی سے اس بات کے طالب ہیں کہ جو کچھ ہم نے علم فراہم کی ہے اس پر ہمیں اور آپ کو عمل کرنے والا اور رب کی خوشنودی چاہنے والا بنائے، اور اسے ہمارے اوپر مصیبت نہ بنائے اور جب اعمال اس کی طرف لوٹائے جائیں تو اسے میزان حسنات میں شامل فرمائے آمین، بیشک وہ سخی اور فیاض ہے۔
اور ہماری آخری پکار یہی ہے کہ ساری تعریفیں اس اللہ عزوجل کے لئے ہیں جو سارے جہان کا پالنہار ہے۔

☆☆☆☆☆

فہرس

عناوین	صفحات
مقدمہ	۳
دنیاوی امور میں سبقت	٦
تین مہلک خصلتیں	۲۲
اختلاف	۳۰
بخل اور لمبی آرزو	۵٦
چھوٹے چھوٹے گناہ	٦۱
دین میں غلو	۷۴
بدعت کی دوقسمیں ہیں	۷٦
تشدد	۷۹
برائی کی کثرت	۸۷
امر بالمعروف اورنہی عن المنکر کوچھوڑدینے کا حکم	۹۲
غیبت	۹۸
فہرس	۱۰۲

١٨
١٦٥

السلي

مكتب الدعوة بالسلي
هاتف ٦١٥-٢٤١ ٠١ تحويلة ٥٥٥ - ٢٤١٤٤٨٨ ٠١ ناسوخ

تحذير السالك من المهالك

تأليف : عبدالهادي حسن الوهبي

الحساب الموحد بمصرف الراجحي : 2280000020000000070500
اردح